بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ : پ۶، مائدہ آیہ ۵۵

ولایت تکوینی کے اثبات میں استدلالی کتاب

تجلیاتِ ولایت

ولایت تکوینی پر مقصرین کے اعتراضات کا جامع جواب

تصنیف لطیف

سرکار آیت اللہ العظمیٰ المولیٰ الحاج آقائی میرزا عبدالرسول الاحقاقی دام ظلہ العالی

ترجمہ و تحشیہ: علامہ السید محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی

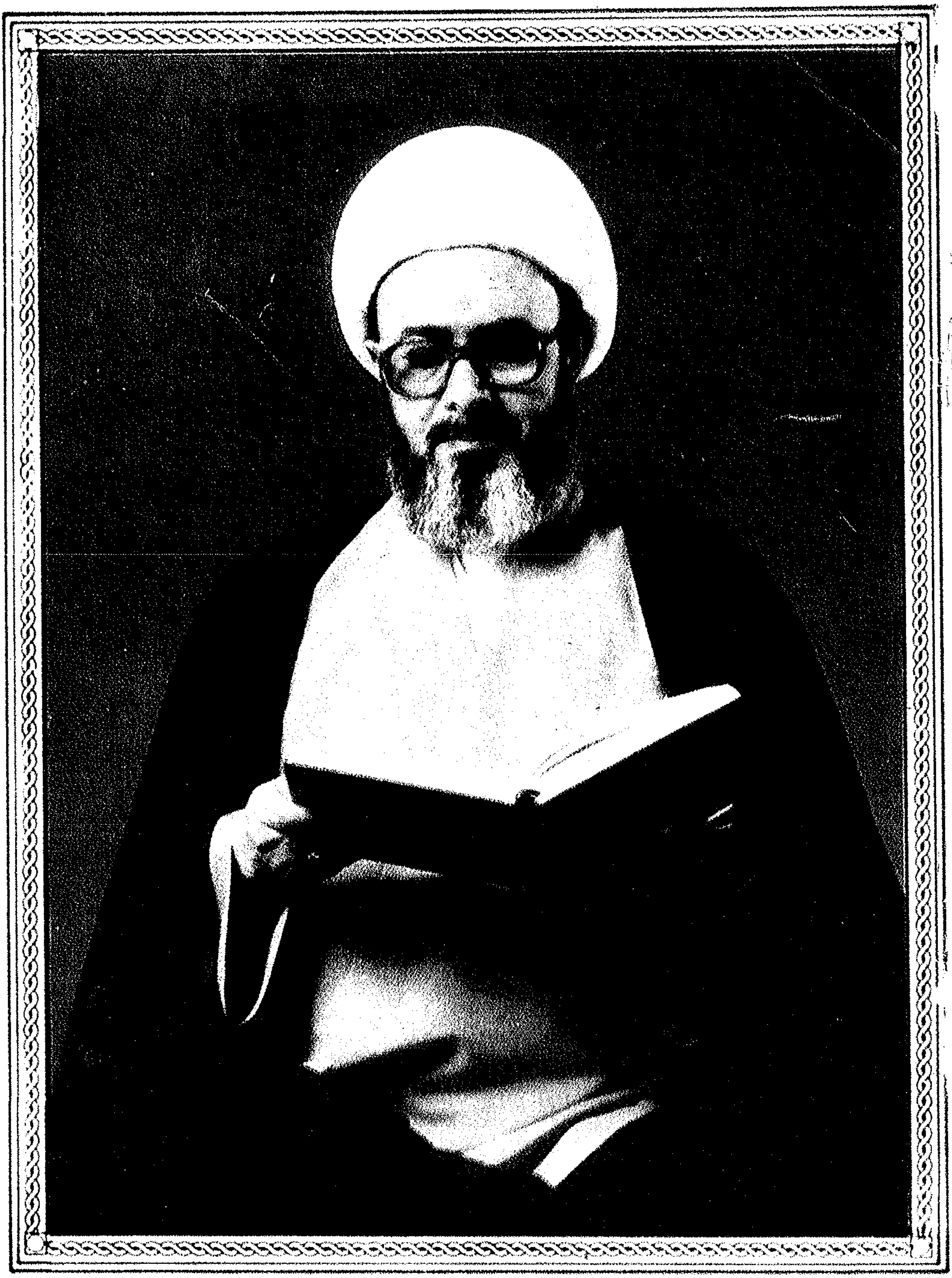

آية الله المعظم الفقيه المولى ميرزا عبد الرسول الإحقاقي دام ظله

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ : پ ۶ ، مائدہ ، آیت ۵۵

ولایت تکوینی کے اثبات میں استدلالی کتاب

تجلیات ولایت

ولایت تکوینی پر مقصرین کے اعتراضات کا جامع جواب

تصنیف لطیف

سرکار آیت اللہ العظمیٰ المولیٰ الحاج آقائی میرزا عبد الرسول الاحقاقی دام ظلہ العالی

ترجمہ و تحشیہ : علامہ السید محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی

دار التبلیغ الجعفریہ

پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵

اسلام آباد ۔ پاکستان

حرف اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا

حضرات طاہرین علیہم السلام کو خداوند عالم نے ولایت کلیہ مطلقہ کا تاجدار جہان ہستی کا مالک ومختار کا بنایا ہے اہل بیت کی ولایت تکوینی کا اعتقاد ضروریات مذہب میں سے ہے بعض جہال وضلال جو ان ذوات قدسیہ کی کائناتی حکمرانی کے قائل نہیں ان ذوات مقدسہ کو/محض حاکم شرع سمجھتے ہیں وہ ولایت کلیہ تکونیہ کے منکر ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ گروہ مقصرین اور منکرین ولایت قرآن حدیث اور فرمان معصومین علیہم السلام سے بالکل جاہل ہیں اگر کچھ بھی شعور علمی بصارت وبصیرت رکھتے تو ہرگز ان ہستیوں کی. ولایت کلی پر اعتراض نہ کرتے مقصرین کے اعتراضات کے جواب ہر دور میں علماء حقہ نے دیے ہیں اس طرح سرکار ایت اللہ العظمیٰ فقیہ اہل بیت آقائی الحاج میرزا عبدالرسول احقاقی مدظلہ العالی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ولایت ازدیدگاہ قرآن میں مقصرین کے جملہ اعتراضات کے مسکت جواب دیے ہیں کتاب دو جلدوں میں ہے ہم صرف ولایت تکوینی پر وارد ہونے والے

مقصرین کے مشہور اعتراضات اور ان کے جوابات آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں مکمل کتاب عنقریب تقدیم کرنے کے سعادت حاصل کریں گے ہمیں امید ہے کہ قارئین گرامی اس جامع صحیفہ نورانی سے بھرپور استفادہ کریں گے خداوند کریم ہمیں اہل بیت علیھم السلام کی ولایت پر ہمیشہ سلامت رکھے اور ہمارا خاتمہ ولایت اہل بیتؑ پر فرمائے۔ آمین ۔ بحق محمد والہ الطاہرین صلوات للہ علیہم اجمعین

طالب دعا

السید محمد ابوالحسن موسوی مشھدی

دارالتبلیغ الجعفریہ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ وھم راکعون○ (سورۃ المائدہ۔ آیت ۵۵)

ترجمہ : بیشک تمہارے امر کے ولی اور تمہارے صاحب اختیار خدا اور رسول ﷺ ہیں اور وہ مومن بھی ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع زکوٰۃ دیتے ہیں۔

شان نزول

تمام علماء خاصہ اور بیشتر علماء عامہ مثلاً" ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری ثعلبی نے تفسیر کبیر میں اور ابو عبداللہ رازی نے کتاب احکام القرآن میں جناب ابوذر غفاریؓ سے اس آیہ مبارکہ کے شان نزول میں یوں نقل کیا ہے کہ.....

"ابوذرؓ فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور اگر میں اپنے شنیدہ کے خلاف کہوں تو میرے کان بہرے ہوجائیں میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا اور اگر میں اپنے دیکھے ہوئے کے خلاف کہوں تو میری آنکھیں نابینا ہوجائیں اس کے بعد کہا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا "علیؑ نیک اور صالح لوگوں کا پیشوا اور امام ہے اور کافروں کو واصل جہنم کرنے والا ہے جو علیؑ کی نصرت کرے گا خدا اس کا حامی و ناصر اور مددگار ہوگا اور جو علیؑ کی نصرت سے باز بیٹھا رہے گا خدا کی حمایت سے محروم رہے گا۔

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتا ہے میں نے نماز ظہر مسجد میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ اس موقعہ پر ایک سائل آیا اور لوگوں سے امداد اور مساعدت کا تقاضا کیا، لیکن کسی نے اس سائل کی طرف توجہ نہ دی اور اس سائل کی حاجت کو پورا نہ کیا اس وقت جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نماز میں مشغول تھے اور رکوع کی حالت میں تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک میں پہنی ہوئی انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا۔ سائل حضرت کے اشارہ کو سمجھ گیا اور انگوٹھی کو مولا امیرالمومنینؑ کی انگلی سے اتار لیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام واقعات کو دیکھ رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دوران نماز علیؑ ابن ابی طالب کی اس سخاوت اور فیاضی کا مشاہدہ کیا تو اسی وقت اپنے دست دعا کو بارگاہ رب العزت میں اٹھایا اور کہا۔

بار الھا! میرے بھائی موسیٰؑ نے تم سے یہ خواہش کی تھی کہ تو اس کا شرح صدر فرمادے (یعنی حوصلہ زیادہ دے تاکہ نادان لوگوں کے ظلم و جفا اور آزار سے ان کا دل تنگ نہ ہو) اور اس کا بھی اظہار کیا تھا کہ تو اس کے کام کو آسان بنادے اور اس کی زبان کی گرہیں کھول دے تاکہ لوگ اس کی باتوں کا ادراک کرکے قبول کرلیں اور خاندان میں سے ہارون کو تو میرا وزیر اور معاون بنادے تاکہ میری مدد اور مساعدت کرتا رہے اور امر رسالت میں اس کے ساتھ شریک رہے۔

خدایا! تو نے جناب موسیٰؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور اس کی دعا کے جواب میں فرمایا.....

سنشد عضدک باخیک و نجعل لکما سلطانا" (سورہ

قصص، آیت ۳۵)

یعنی عنقریب ہم تمہارے بازو اور قوت کو تمہارے بھائی ہارونؑ کے وسیلہ سے محکم و مضبوط کردیں گے اور دنیا میں تم کو طاقت اور حکومت دیں گے (تاکہ بدطینت اور شریر فطرت تم پر ہاتھ نہ ڈال سکیں) بار الھا! میں تیرا بندہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ ہوں اور میں بھی تم سے وہی چاہتا ہوں جو جناب موسیٰ علیہ السلام نے چاہا تھا۔

خدایا! "میرا بھی شرح صدر فرما اور میرے امر رسالت کو آسان کردے اور میرے بھائی علی علیہ السلام کو میرا خلیفہ اور وزیر بنادے۔"

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خدائے جلیل کی قسم! ابھی میرے محبوب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا کلام اختتام کو نہ پہنچا تھا کہ جبرئیل امینؑ اس آیہ شریفہ کو لے کر نازل ہوئے[1]

انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنو...... ص

آیت مبارکہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت بلافصل ثابت کرتی ہے نیز اس سے پیغمبرؐ خدا کے بعد اہل جہان پر علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت کلیہ و مطلقہ کو ثابت ہوتی ہے۔

البتہ جس طرح قرآن کی نص صریح....

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نزیرا" (سورۃ فرقان۔ آیت ۱)

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۱۲ ص ۲۶ تفسیر شواہد التنزیل جلد اول ص ۱۷۹ مناقب ابن المغالی ص ۳۱۱

کے مطابق آنحضرت ﷺ کی رسالت تمام عوالم اور تمام جہان ہستی پر کلی اور مطلق طور پر ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اوصیاء گرامی کی ولایت بھی تمام خلائق پر کلی اور عمومی معنی میں ہے۔

تحقیق در معنی ولی

ولی کا کلمہ ایک مشترک لفظ ہے اور قرآن مجید اور کتب لغت میں بے شمار معانی میں مستعمل ہے مثلاً مالک، بندہ، آزاد کنندہ، مددگار، آقا، امیر، سلطان، رفیق دوست، وارث اور اولیٰ بہ تصرف۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ (انما ولیکم اللہ.....الخ) میں کلمہ ولی رفیق اور دوست کے معانی میں ہے۔ لیکن یہ تعبیر اشتباہ اور آیت مبارکہ اور اخبار و احادیث کے مدلول کے خلاف ہے۔

کلمہ حصر "انما" ثابت کرتا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں خدا کی نظروں میں ولی کا معنی دوست اور رفیق سے زیادہ اہم معانی میں ہے۔ اگرچہ دوست ہونا بھی بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے مگر اس کا یہاں موقع نہیں۔ اگر ولی کا معنی دوست اور رفیق مان لیا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے قدوس نے دوستی اور محبت کو اللہ، رسول ﷺ اور علیؑ میں مومن ہونے کی نسبت سے منحصر کر رکھا ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ بنص صریح آیت شریفہ "انما المومنون اخوۃ" کے مطابق تمام مومن بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے رفیق اور دوست ہیں اور تمام مومنین کی محبت ہر ایک پر لازم اور واجب ہے اور یہ دوستی خدا، پیغمبر ﷺ اور علیؑ میں انحصار نہیں رکھتی۔

پس ہم یہ نتیجہ برآمد کرتے ہیں کہ آیت مبارکہ "انما ولیکم اللہ ....." میں کلمہ ولی ولایت کلیہ الٰہی اور اولیٰ بہ تصرف کے معنی میں مستعمل ہے اور اس کے حامل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار ہیں اور یہ ولایت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؑ اور اس کی آل اطہارؑ میں انحصار رکھتی ہے اس ضمن میں ہمارے پاس بے شمار آیات و روایات کا ذخیرہ موجود ہے۔ ذیل میں ہم معدودے چند کا اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم

(سورۃ احزاب۔ آیت ۵):

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار اور سزاوار ہے۔

۲۔ تفسیر صافی، اصول کافی:

سلیم بن قیس روایت کرتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے۔ "میں، امام حسنؑ اور حسینؑ، عبداللہ بن عباس عمر بن ام سلمہ اور اسامہ بن زید معاویہ کے پاس موجود تھے۔"

میرے اور معاویہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی۔ میں نے معاویہ سے کہا۔۔۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرمارہے تھے۔۔۔ "میرے بعد میرا بھائی علی ابن ابی طالب مومنین پر خود ان سے زیادہ اولیٰ اور حقدار ہے" اور علی ابن ابی طالب کی شہادت کے بعد اس کا بیٹا امام حسنؑ مومنین پر خود ان سے زیادہ اولیٰ اور سزاوار ہے۔

تا آخر حدیث ختمی المرتبت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فردا" فردا" بارہویں

امام تک آئمہ اطہارؑ کے نام لئے اور مومنین پر خود ان کے نفسوں سے زیادہ ان کی اولویت کی تصریح فرمائی ہے۔

عبداللہ بن جعفر کہتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے میں نے حسنینؑ شریفین سعیدین عبداللہ ابن عباس، عمر بن ام سلمہ اور اسامہ بن زید کو گواہ ٹھہرایا کہ واقعی یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہے۔ اس پر ان سب افراد نے میری اس حدیث کی تصدیق فرمائی اور گواہی دی۔

سلیم بن قیس کہتا ہے میں نے یہی روایت سلیمان و ابوذر اور مقداد سے بھی سنی ہے اور انہوں نے بھی اسی سیاق کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ؏

۳۔ اصول کافی:

آیت مبارکہ "انما ولیکم اللہ و رسولہ....." کے بارے میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے، فرماتے ہیں۔

"خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ ابن ابی طالب تم سے، تمہارے نفسوں پر تمہارے اموال پر زیادہ اولیٰ اور حقدار ہیں۔

۴۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ کی جلد پنجم صفحہ ۹۴ پر

مناوی نے کتاب مجمع جلد نہم صفحہ ۱۰۹ پر

متقی نے کتاب کنزالعمال جلد ششم صفحہ ۱۵۵ پر

الصافی جلد ۴ ص ۱۶۴، اصول کافی جلد ۱ ص ۵۲۹ تفسیر صافی جلد ۴ ص ۱۶۶ عیون اخبار الرضاؑ جلد ۱ ص ۳۸

یہ سب وہ عالم ہیں جو بزرگ اور اجل علماء اہل سنت میں شمار کئے جاتے ہیں اور بالاتفاق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا خصوصیت ولایت علیؑ میں باربار اپنے اصحاب کو فرماتے تھے۔

"علیؑ میرے بعد تم سب پر اولیٰ بہ تصرف اور مقدم ہوگا۔"

۵۔ احمد بن حنبل:

اپنی مسند میں جلد چہارم صفحہ ۴۳۷ اور جلد پنجم صفحہ ۳۵۶ پر اور ابونعیم اصفہانی حلیتہ الاولیاء جلد ششم کے صفحہ ۲۹۶ پر اور ان کے علاوہ اہل سنت کے دس جلیل علماء روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

"ان علیاً" ولیکم بعدی" یعنی علیؑ میرے بعد تم سب کا ولی ہے اور یہ ظاہر و باہر اور ثابت ہے کہ لفظ "ولی" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد مقام ولایت و خلافت کا اثبات اور لوگوں پر امیرالمومنین علیہ السلام کی اولویت ہے۔اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں علیؑ میرے بعد تمہارے دوست ہوگا تو یہ بہت ست اور کمزور قسم کے معانی ہوں گے۔ جبکہ سب پر بخوبی عیاں ہے کہ مومن آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کسی دوسری توضیح اور تاکید و تکرار کی احتیاج نہیں ہے اور رسول اللہ کی جانب سے ان معنوں کا لایا جانا قبیح بھی ہے اور بے محل بھی۔

مندرجہ بالا دلائل اور صدہا دوسری براہین قاطعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ (انما ولیکم اللہ ورسولہ) سے خدا کی مراد اور کلمہ "ولی" سے مقصود اولیٰ بہ تصرف ہے اور خدائے متعال نے کلمہ "انما" جو کہ

ادوات حصر میں سے ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کائنات پر اولویت کو اپنی مقدس ہستی اور اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب اور ان کی اولاد اطہار میں منحصر اور محدود کردیا ہے اور سوائے ان ذوات مقدسہ اور نفوس قدسیہ کے کسی کو امور تشریعی و تکوینی میں حق اولویت لائق نہیں ہے اور جب یہ اولویت اور تصرف آیات مبارکہ (انما ولیکم اللہ......) اور (النبی اولی بالمومنین من انفسھم) اور تمام دلائل اور براہین سے مومنین پر ثابت ہوگیا ہے تو تمام موجودات اور مراتب خلعت پر یہ تصرف بطریق اولیٰ خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔

پس جس طرح خداوند عالم تمام عوالم و امکان، جہان ہستی اور جملہ موجودات پر تصرف اور اولویت رکھتا ہے اسی طرح رسول خداؐ علی ابن ابی طالبؑ اور اولاد علیؑ بھی خدا کے اذن اور تعیین سے تمام کائنات میں تصرف اور اولویت کے حامل ہیں اور ان کی ولایت تام تمام کلی اور مجموعی حیثیت سے وابستہ ہے اور ولایت کلیہ کے معنی بھی یہی ہیں اور ولی مطلق وہ ہے جو اذن خدا سے کائنات میں تصرف کا حق رکھتا ہو۔

اس مطلب کی توضیح و تصریح سے جملہ اشکالات و اعتراضات رفع اور حل ہوجاتے ہیں، جن کے سہارے چلتے ہوئے بعض ضعیف الاعتقاد محمد و آلؑ محمد علیھم السلام کے مقامات عالیہ اور ولایت کلیہ و مطلقہ کا انکار کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہمارے پاس بے شمار روایات متواترہ ہیں ان میں سے کچھ کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

فرشتوں پر چہاردہ معصومینؑ کی ولایت

ا۔ کتاب مدینتہ المعاجز:

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں "میں خاتون جنت جناب فاطمتہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی جناب امیرالمومنینؑ کہاں ہیں؟

فرمایا۔۔۔ جبرئیلؑ کے ساتھ افلاک پر تشریف لے گئے ہیں۔

میں نے عرض کی کس لئے؟

جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت کا کسی موضوع میں اختلاف اور نزاع تھا۔ انہوں نے خدائے رب العزت سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کے لئے بنی آدم میں سے ایک حکم مقرر کیا جائے۔ خداوند عالم نے انہیں وحی کی کہ تم اس مسئلہ میں خود انتخاب کرسکتے ہو۔ پس ملائکہ نے اپنے فیصلہ کے لئے علیؑ ابن ابی طالب کو مقرر کیا۔۔۔۔۔ ۱ع

۲۔ اصول کافی:

ابی الصباح کنانی امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا۔۔۔ آسمانوں میں فرشتوں کی ستر صفیں ہیں۔ پس اگر تمام اہل زمین فقط ایک صف کے شمار کے لئے جمع ہوجائیں تو اس سے عہدہ برآنہ ہوسکیں گے اور تمام فرشتے ہماری ولایت کے زیر تسلط ہیں۔۔۔۔ ۲ع

---

۱ مدینتہ المعاجز ص ۱۲ الاختصاص ص ۲۱۳

۲ اصول کافی جلد ۱ ص ۴۳۷ بصائر الدرجات جز دوم ص ۶۷

۳۔ شرح الزیارۃ' شیخ احسائی اعلی اللہ مقامہ:

مقدادؓ سے روایت ہے' وہ کہتا ہے ایک دن مولا امیر المومنینؑ نے مجھ سے فرمایا "میری شمشیر لے آؤ" میں شمشیر لے آیا۔ حضرتؑ نے اسے اپنے زانو پر رکھا اور آسمان کی طرف بلند ہوگئے--- میں امیرالمومنینؑ کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے---- ظہر کا وقت ہوگا کہ میں نے دیکھا آسمان سے تشریف لائے اور ان کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

میں نے عرض کی مولا آپ کہاں تھے؟

فرمایا--- عالم بالا میں ایک جماعت جنگ و جدل میں مصروف تھی' میں گیا اور اس جگہ کو ان کے وجود سے پاک کردیا۔

میں نے عرض کی مولا کیا عالم بالا کے امور بھی آپ سے تعلق رکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا اے اسود کے بیٹے! میں مخلوقات خدا پر خدا کی حجت ہوں' زمین و آسمان پر کوئی فرشتہ میری اجازت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا جو لوگ میری ولایت میں شک کرتے ہیں وہ اہل باطل ہیں۔ ۱ع

۴۔ بصائر الدرجات:

حماد بن عیسیٰ نقل کرتا ہے کہ ایک شخص نے صادق آل

۱ع شرح زیارت جامعہ کبیرہ جلد ۴ ص ۱۸۱'۱۸۲' بحر المعارف ص ۴۹۳

القطرہ بحار مناقب النبی والعزۃ جلد اول ص ۹۶' مشارق انوار الیقین ص ۲۱۸

انوار المواھب جز چہارم ص ۱۵۲ صحیفہ الابرار جلد دوم ص ۲۳

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا فرشتوں کی تعداد زیادہ ہے یا بنی نوع انسان کی۔؟

امامؑ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' آسمان کے فرشتوں کی تعداد زمین کے ذرات کی گنتی سے زیادہ ہے اور اسی طرح آسمان میں ایک قدم کی بھی جگہ نہیں ہے مگر ایک فرشتہ وہاں مشغول تسبیح و تقدیس ہے اور زمین میں کوئی درخت اور سوئی کے سوراخ جتنی کوئی جگہ نہیں ہے مگر ایک فرشتہ وہاں کے امر کا موکل ہے اور وہ ہر روز اپنے عمل کو خدا کے پاس لے جاتا ہے اور خدا اس سے بھی زیادہ علیم و خبیر ہے اور تمام فرشتے ہر روز ہماری ولایت کے وسیلہ سے درگاہ خدا کا تقرب ڈھونڈتے ہیں اور ہمارے دوستوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ہمارے دشمنوں پر لعنت بھیجتے ہیں اور خدا سے بھی اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دشمنوں پر عذاب نازل فرمائے۔۔۔۔۔ ؏۱

۵۔ بصائر الدرجات: (الف) ابو محمد عبید بن ابی عبداللہ فارسی اور دوسرے بہت سے صادق آلؑ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا "کرو بیان جیسے برگزیدہ فرشتے ہمارے شیعوں کی جماعت میں سے ہیں اور اول ترین مخلوق میں سے ہیں۔ خداوند عالم نے ان کو عرش کے عقب میں جگہ دی ہوئی ہے۔ اگر ان میں ایک کے نور کو روئے زمین کی تمام موجودات میں تقسیم کردیا جائے تو تمام کو کافی رہے گا اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا جس وقت جناب موسیٰؑ نے خداوند عالم سے رویت باری تعالیٰ کا سوال کیا تھا۔

؏۱ بصائر الدرجات جز ۲ ص ۶۹

خداوند عالم نے کروبیان میں سے ایک کو حکم دیا تھا کہ کوہ طور پر جلوہ افروزی کرے، اور اس نور کی جلالت سے کوہ طور جل گیا تھا۔ اے

(ب) ابو حمزہ ثمالی صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا "کیا تو دیکھتا نہیں کہ خدائے ذوالجلال نے ہمارے امر ولایت کے لئے فرشتوں میں سے مقربین کو پیغمبروں میں سے مرسلین کو اور مومنوں میں سے ممتحنین کو انتخاب فرمایا ہے۔" ۲ے

ولایت چہاردہ معصومینؑ برانبیاءؑ

حدیث اول (بصائر الدرجات، باب دوم):

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کوئی نبی اور مرسل نبوت اور رسالت کے عظیم منصب پر سرفراز نہیں ہوا، مگر یہ کہ ہماری ولایت کے اقرار کے وسیلہ سے اور مخلوقات وموجودات پر ہماری افضلیت اور برتری تسلیم کرنے سے

حدیث دوم (بصائر الدرجات):

اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہ انصاری امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا "ہماری ولایت سب کی سب ولایت الٰہی ہے کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا مگر ہماری ولایت کے اقرار کے وسیلہ سے"

نیز روایت فوق کو ابوبصیر اور ابو حمزۂ ثمالی نے تمام طریق سے امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا اور محمد بن عبدالرحمٰن نے اسے امام صادق علیہ

اے بصائر الدرجات جز دوم ص ۶۹ ۲ے بصائر الدرجات ص جز دوم ص ۶۷

السلام سے نقل کیا ہے۔ ؎۱

حدیث سوم (بصائر الدرجات):

محمد بن فضیل امام موسیٰ بن جعفرؑ سے نقل کرتا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت پیغمبران خدا پر نازل شدہ تمام آسمانی کتب میں مذکور ہے اور ہر پیغمبر خاتم الانبیاءؐ کی نبوت اور آپ کے وصی مبارک علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کے وسیلہ سے منتخب ہوا۔ ؎۲

حدیث چہارم (بصائر الدرجات):

ابوسعید خدری سے روایت ہے میں نے سرکار دوعالمؐ کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا اور سنا "اے علیؑ! خدا نے دنیا میں کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اسے تیری ولایت کی دعوت دی ہے۔" ؎۳

حدیث پنجم (بصائر الدرجات):

ابن ابی عمیر بن جمیل اور حسن بن راشد حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ امام عالی مقام نے خدا کی اس آیت "الم نشرح لک صدرک" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا "یعنی کیا ہم نے ولایت علیؑ کے وسیلہ سے آپؐ کا شرح صدر نہیں فرمادیا؟" ؎۴

حدیث ششم (بصائر الدرجات):

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ

؎۱ بصائر الدرجات جز دوم ص ۷۵ — ؎۲ بصائر الدرجات ص ۷۵

؎۳ بصائر الدرجات کا جز دوم ص ۷۲ — ؎۴ بصائر الدرجات جز دوم ص ۷۲

فرمارہے تھے کہ ”خداوند عالم نسے انبیاء کرام سے ولایت علی ابن ابی طالبؑ کا عہدوپیمان لیا تھا۔“ ۱ھ

حدیث ہفتم (بصائر الدرجات):

حذیفہ بن اسید الغفار رسول اکرمؐ سے نقل کرتا ہے کہ ”آنحضرت نے فرمایا کہ کسی بھی پیغمبر کی نبوت درجہ کمال کو نہیں پہنچی، مگر یہ کہ اس پر میری اور میرے اہلبیتؑ کی ولایت پیش کردی گئی اور ہر نبی نے ہماری ولایت کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔“ ۲ھ

انوار نعمانیہ:

باب مناقب پر نقل ہے جس وقت مولا امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کو ضرب لگی، صعصتہ بن صوحان حضرت کی خدمت اقدس میں حاضرہوا اور عرض کی یا امیرالمومنین! آیا آپ افضل ہیں یا ابوالبشر آدمؑ؟ حضرتؑ نے فرمایا اگرچہ خود ستائی اچھی بات نہیں ہے۔ لیکن چونکہ تو نے سوال کیا ہے، اس لئے جواب بھی وصول کرلو۔

”خداوند عالم نے جناب آدمؑ و حوا سے فرمایا داخل بہشت ہوجاؤ اور بہشت کی وافر نعمتوں میں سے پسندیدہ اور مرغوب تر جو چاہو کھاؤ پیو! لیکن ہاں دیکھو! اس درخت کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا وگرنہ حلقہ ظالمین میں سے شمار کئے جاؤ گے۔ لیکن آدم و حوا نے اس درخت کا میوہ کھالیا اور میں کہ مجھ پر بے شمار نعمتیں مباح اور حلال تھیں مگر میں نے ان نعمتوں سے کچھ نہ کھایا

۱ بصائر الدرجات جزدوم ص ۷۳ ۲ بصائر الدرجات جز دوم ص ۷۳

بلکہ ان کے نزدیک بھی نہ گیا۔"

اس کے بعد صعصتہ نے عرض کی! "یا امیرالمومنین! آیا آپ افضل ہیں یا جناب نوحؑ؟"

امام نے فرمایا جناب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے بددعا اور نفرین کی لیکن میں نے ان ظالموں اور ستمگروں کے حق میں بھی بد دعا نہ کی جنہوں نے میرا حق غصب کیا پسر نوح (کنعان) کافر ہوگیا۔ لیکن میرے دو فرزند امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں۔

صعصتہ نے پھر عرض کی مولا! کیا آپ برتر و افضل ہیں یا جناب موسیٰ علیہ السلام ؟

جناب امیرؑ نے فرمایا "خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کو فرعون کی ہدایت کے لئے مقرر فرمایا' جناب موسیٰؑ نے عرض کی خدایا! میں ڈرتا ہوں کہ میں قتل کردیا جاؤں گا۔ بارگاہ رب العزت سے جواب آیا' اے موسیٰؑ خوفزدہ نہ ہو۔ میرے پیغمبروں پر خوف و ہراس اور حزن طاری نہیں ہوا کرتا۔ جناب موسیٰؑ نے عرض کیا' بارالہا! میں نے ان کی قوم کے ایک فرد کو مار دیا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ یہ اس کے قصاص میں مجھے قتل کردیں گے۔۔۔۔۔"

مگر اے صعصتہ! میں علیؑ ابن ابی طالب جس شب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بستر پر ان کی جگہ سویا تو مجھ پر مطلق خوف و ہراس کا غلبہ نہ ہوا اور جس وقت حج کے موسم پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مکہ کی طرف بھیجا تاکہ میں مشرکین پر سورۂ برات تلاوت کروں' تو میں

اس ڈیوٹی کی انجام دہی سے قطعاً خوفزدہ نہ ہوا۔ حالانکہ قریش کے بڑے سرداروں اور امیروں کو اپنی ذوالفقار سے جہنم کا ایندھن بنا چکا تھا۔ اس کے باوجود میں نے پرواہ نہ کی اور بیباک ہوکر گیا اور قریش پر سورۂ برات کی تلاوت کی اور کسی قسم کا خوف اور فکر لاحق نہ کیا۔

صعصتہ نے کہا یا امیرالمومنینؑ! آیا آپ افضل ہیں یا جناب عیسیٰؑ؟

امام نے فرمایا "جس وقت مادر جناب عیسیٰؑ بی بی مریم بیت المقدس میں وضع حمل کے مراحل سے دوچار ہوئی تو ہاتف غیب نے بی بی کو ندا دی کہ اے مریمؑ اس جگہ سے باہر نکل جاؤ' یہ خانہ خدا ہے کوئی ولادت گاہ نہیں لیکن جب میری والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کا وضع حمل نزدیک ہوا تو وہ اس وقت بیت اللہ شریف میں تھیں۔

دفعتاً" دیوار کعبہ شگافتہ ہوگئی اور ایک آسمانی صدا سنائی دی گئی' کوئی کہہ رہا تھا اے فاطمہ! اندر داخل ہوجاؤ اور اپنی حاجت کو پورا کرو

چنانچہ میری مادر گرامی نے کعبہ میں قدم رکھا اور میں کعبہ کی مقدس دنیا میں تولد ہوا اور یاد رکھو یہ برتری اور فضیلت نہ مجھ سے قبل کسی کا مقدر بنی ہے اور نہ تادم قیامت کبھی بنے گی۔[1]

1۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۲۷

جملہ مخلوقات پر ولایت چہاردہ معصومینؑ

توحید صدوقؒ:

صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے آپ نے فرمایا' خدا کے دو شہر ہیں ایک مغرب میں اور دوسرا مشرق میں واقع ہے۔ ان میں سے ایک کا نام "جابلقا" ہے اور دوسرے کا "جابلسا" اور ان میں سے ہر شہر کا طول بارہ ہزار فرسنگ ہے اور ہر فرسنگ میں ایک دروازہ قائم ہے۔ ان دروازوں میں سے ہر دروازہ میں روزانہ ستر ہزار افراد داخل ہوتے ہیں اور اتنے ہی باہر نکلتے ہیں اور ان دروازوں سے اندر داخل ہونے والے اور باہر نکلنے والے دوبارہ کبھی واپس نہیں آتے۔ یہ سلسلہ یونہی چل رہا ہے ان لوگوں کو خلقت آدمؑ و ابلیس اور ہمارے شمس و قمر اور اختر و خورشید کی مطلق خبر نہیں ہے مگر خدا کی قسم وہ لوگ تم سے زیادہ ہمارے اطاعت گذار ہیں اور وہ ہمارے لئے بے موسمے پھلوں کو لاتے ہیں۔ ۱ے

بصائر الدرجات:

حضرت امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا خداوند عالم کے لئے دو شہر ہیں۔ ایک تو مشرق کی سرزمین پر واقع ہے اور دوسرا مغرب میں ان شہروں کی ہر دیوار لوہے کی بنی ہوئی ہے اور ہر دیوار میں ستر ہزار دروازے ہیں ہر دروازہ سے ستر ہزار اصناف انسانوں کی داخل ہوتی ہیں اور ہر صنف دوسری صنف سے مختلف زبان میں کلام کرتی ہے اور ہم ان تمام زبانوں کے جاننے والے ہیں۔ ان شہروں میں کوئی پیغمبر زادہ داخل نہیں ہوسکتا۔ مگر میںؑ اور میرا بھائی

۱۔ بحار الانوار جلد ۵۷ ص ۳۳۶

حسینؑ اس میں جاسکتے ہیں اور میں ان شہروں پر حجت خدا ہوں۔ ۱

روایت ہوئی ہے کہ ایک شخص جناب سجاد علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا تو کون ہے ------؟ عرض کیا جناب میں ستارہ شناس ہوں ------ امام نے فرمایا گویا اس سے یہ ثابت ہوا کہ تو آسمان کے امور کا شناسا ہے۔ کیا میں تجھے ایسا شخص بتلاؤں جو تیرے آنے سے لے کر اب تک بیٹھے بیٹھے اپنی جگہ سے حرکت کئے بغیر چودہ عالموں سے گزر چکا ہے۔ ہر عالم ہمارے عالم سے تین گنا زیادہ بڑا ہے۔ علم نجوم کے ماہر نے کہا وہ کون ہے ...... ؟ امامؑ نے فرمایا وہ شخص میں ہوں اگر تو چاہے تو میرے علم کو آزما سکتا ہے (یعنی اگر تمہیں اس بارے میں کسی قسم کا تردد اور شک ہو) میں تمہیں اس چیز کی خبر دے سکتا ہوں جو تم نے کھائی ہے اور گھر میں ذخیرہ کر رکھی ہے۔

سرائرابن ادریس:

بزنطی سے اس نے سلیمان بن خالد سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے صادق آل محمد علیہم السلام سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ آسمانوں میں کوئی پیغمبر، بنی آدم، انسان، جن اور فرشتہ ایسا نہیں ہے جس پر ہم حجت خدا نہ ہوں اور ہمارے ہی وسیلہ سے اس پر احتجاج فرمایا ہے (یعنی ہماری ولایت کی قبولیت اور تردید کے وجہ سے ان کو امتحان میں ڈالا ہے)------ پس ایک جمعیت ہماری ولایت پر ایمان لائی اور ایک گروہ نے

۱ بصائر الدرجات جز دھم ص ۴۹۴

۲ بحار الانوار جلد ۴۶ ص ۲۶ / ۲۷ بصائر درجات جز ۸ ص ۴۰۰/۴۰۱

انکار کردیا۔۔۔۔۔

اس حدیث شریف میں سورۂ احزاب کی بہترویں آیت کے مدلول کی طرف اشارہ ہے۔ ذیل میں وہ آیہ مبارکہ نقل کی جاتی ہے جوکہ تمام عالمین حتیٰ کہ جمادات پر بھی آئمہ طاہرین و معصومینؑ کی ولایت کلیہ و مطلقہ کو ثابت کرتی ہے۔۔۔۔۔

چنانچہ فرمان ایزدی ہے.....

انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا و اشفقن منھا و حملھا الانسان انہٗ کان ظلوما" جھولا" ○۔۔۔۔ (سورئہ احزاب۔ آیت ۷۲)

یعنی ہم نے آسمانوں' زمینوں اور کوہساروں پر اپنی امانتکو پیش کیا (اور مقام ولایت کو بھی تقدیم کیا) اور تمام نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا (اور خوفزدہ ہوگئے) پس انسان نے اس کو ناحق اپنی گردن میں ڈالا اور انسان بہت ظالم اور نادان تھا۔

عیون اخبار الرضا و معانی الاخبار:

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے' فرمایا! (گزشتہ آیت میں) امانت ولایت سے عبارت ہے اور جو کوئی بھی اس امانت کا ناحق مدعی ہے وہ کافر ہے۔ [1]

اصول کافی:

امام صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا' امانت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی

---

[1] معانی الاخبار ص ۱۱۰

طالب کی ولایت سے عبارت ہے۔ [1]

بصائر الدرجات:

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا' امانت ولایت سے عبارت ہے۔ تمام مخلوقات نے اس کے اٹھانے سے انکار کردیا اور منع رہے لیکن انسان نے اس کو اٹھالیا اور انسان فلاں ہے۔ [2]

کتاب معانی الاخبار:

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا امانت ولایت سے عبارت ہے اور انسان ابوالشر منافق ہے۔ [3]

تفسیر صافی:

صادق آلؑ محمد علیہ السلام سے روایت ہے' آپ نے فرمایا.....

خداوند عالم نے آئمہ اطہارؑ کی مقدس ارواح کو آسمانوں' زمینوں' کوہساروں پر پیش کیا۔ پس ارواح آئمہ اطہارؑ نے ان کو خیرہ کردیا۔ اس کے بعد خداوند عالم نے اس نور کی فضیلت میں جو بھی لازم تھا ان اشیاء تک پہنچادیا۔ اس کے بعد فرمایا

ان ہستیوں کی ولایت میری مخلوقات کے پاس امانت ہے۔ پس کون ہے تم میں سے جو اس امانت کا اس کی گرانی اور سنگینی کے باوجود تحمل کرتا ہے اور اس خاص مقام ولایت کا اپنے لئے ادعا کرتا ہے۔ پس تمام مخلوقات نے مقام ولایت کی عظمت اور رفعت کے تحت اپنے لئے دعویٰ کرنے اور

---

[1] اصول کافی جلد ا' ص ۳۱۳

[3] معانی الاخبار ص ۱۱۰ [2] بصائر الدرجات جز دوم ص ۷۶

اس کے تحمل سے معذوری کا اظہار کیا جب خداوند عالم نے جناب آدمؑ اور ان کی زوجہ محترمہ کو جنت میں سکونت دی اور ان کے لئے جو کچھ ضروری الاظہار تھاوہ بھی کہہ دیا پس شیطان نے ان دونوں کو حسد اور عناد کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ شیطان نے ان دونوں کو ترغیب و تحریص اور شوق دلایا کہ وہ بھی ولایت کے بلند اور عظیم منصب کی آرزو کریں۔ پس جناب آدم و حوا اس کی باتوں میں آکر پھسل گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے شجر ممنوعہ کھالیا اس کے بعد امام نے فرمایا' پیغمبران خدا آدمؑ سے اس امانت کی حفاظت کیا کرتے تھے اور اس کو اپنی امت کے اوصیاء اور مخلصین کے سامنے پیش کرتے تھے مگر تمام نے اس کے تحمل سے انکار کردیا اور اس کے دعوے سے خوفزدہ رہتے تھے۔

لیکن آخر کار ناعاقبت انسان کی کہ جس کی بنیاد ہی قیامت کے دن تک ظلم پر ہے' اس نے اس امانت کو اٹھالیا اور اپنے لئے ناحق دعویٰ کیا۔ھ

تفسیر صافی' تفسیر علی بن ابراہیم قمی:

امانت' امامت اور امرونہی سے عبارت ہے اور اس بات کی دلیل وہ قول خداوندی ہے جو اس نے آئمہ طاہرینؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔

ان اللہ یا مرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا

یعنی خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت (یعنی امامت) کو اس کے اہل کے سپرد کردو ------!

پس امانت امامت ہے جس کو خدائے جلیل نے کوہ و زمین اور افلاک پر پیش کیا اور تمام نے اس کے ادعا و تحمل اور آئمہ طاہرینؑ کے اس رفیع الشان مقام کو غصب کرنے سے انکار کردیا اور معذوری کا اظہار کیا اور ایسا کرنے سے خوف زدہ رہے لیکن انسان نے اس امانت کو اٹھالیا اور یہ انسان کس قدر ظالم اور نادان ہے۔ ۱؎

ینابیع المودۃ:

موفق احمد خوارزمی جوکہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء میں سے' اسناد کے ساتھ مجاہد سے روایت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے ابن عباس سے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کی قدرومنزلت اور فضیلت کے بارے میں استفسار کیا کہ اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟

قال واللہ ھو احدا الثقلین سبق بالشھادتین وصلی القبلتین و بایع البیعتین و ھو ابوسبطین الحسن والحسین و ردت علیہ الشمس مرتین فمثلہ فی الامۃ مثل ذی القرنین وھو مولای ومولی الثقلین ۲؎

ابن عباس نے کہا خدا کی قسم! علیؑ تو گراں خدائی امانتوں (قرآن اور عترت) میں سے ایک ہے اور اسلام لانے میں تمام پر سبقت رکھتا ہے اور اس نے دو قبلوں (مسجد اقصیٰ' مسجد الحرام) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور دو بیعتوں کو بجالایا ہے۔ علیؑ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونواسوں امام حسنؑ اور حسینؑ کا باپ ہے۔ اور آفتاب اس کیلئے دو مرتبہ

۱؎ تفسیر صافی جلد ۴ ص ۲۰۷ تفسیر قمی جلد ۲ ص ۱۹۸ ۲؎ ینابیع المودۃ جلد ' ص ۱۳۸

واپس پلٹا ہے۔ علیؑ میرا اور تمام اہل جہان کا مولیٰ ہے اور آفتاب اس کے لئے دو مرتبہ واپس پلٹا ہے۔ ؎۱

فرائد السمطین:

حموینی نے معتبر اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آفتاب نے بارہا امیرالمومنینؑ کی ولایت کلیہ و مطلقہ کا اقرار کیا ہے اور علیؑ سے باربار عرض کی۔

السلام علیک یا اخا رسول اللہ وصیہ و حجہ اللہ علی خلقہ"

یعنی سلام ہو تم پر اے رسول اللہ کے برادر اور اس کے وصی و جانشین اور تمام مخلوقات پر حجت خدا اور یہ بات سب کو معلوم ہے۔ لفظ "علی خلقہ" عام ہے اور تمام عالم خلقت اس میں شامل ہے------ ؎۲

موفق بن احمد خوازمی اور ابن شیرویہ ویلمی' عبدوس ہمدانی' خطیب خوارزمی ان سب نے اپنی کتابوں میں روایت فوق کو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے

مندرجہ بالا آیات و روایات کے ذکر کرنے سے اب کسی کے لئے اشکال اور تشکیک کی گنجائش نہیں رہتی کہ چہاردہ معصومینؑ کی ولایت کلی ہے اور اس میں تمام موجودات و مخلوقات' انبیاء و فرشتگان سے لے کر جمادات و نباتات تک شامل ہیں اور یہ ولایت ماسوی اللہ کلی طور پر حکم خدا کے ساتھ آئمہ طاہرینؑ کی نگرانی میں دے دی گئی ہے اور ایک نقطہ بھی اس قانون الٰہی

؎۱ مناقب خوارزمی ص ۲۳۶ ؎۲ فرائد السمطین جلد' ص ۱۸۵

کی کلیت سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

آیہ انما ولیکم اللہ..... کے بارے میں چند توضیحات:

اس سے قبل ہم وضاحت کرچکے ہیں کہ آیہ مبارکہ انما ولیکم اللہ..... میں والذین آمنوا سے خدا کا مقصود و منظور حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی ذات گرامی ہے ممکن ہے بعض لوگ یہ اشکال کریں کہ والذین آمنوا سے مراد علیؑ ابن ابی طالب ہے تو قاعدہ کے مطابق چاہئے تھا لفظِ موصول اور کلمہ "آمنو" اور اس صیغہ کے بعد کے کلمات مفرد آتے نہ کہ جمع؟ جبکہ اس آیت میں تمام کلمات جمع کے صیغوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ اولاً ادبیات عربی میں یہ کلی قاعدہ ہے کہ فصاحت و بلاغت کے چند مقامات پر مفرد کی بجائے جمع کے صیغوں سے استفادہ کیا جاتا ہے اور ان مقامات میں سے ایک موقعہ تعظیم اور احترام کا ہے قرآن مجید اور محاورات عرب میں اس کی امثلہ بہت زیادہ پائی جاتی ہیں حتیٰ کہ روزمرہ گفتگو میں ہمارے پیش نظر جب کوئی واجب الاحترام شخصیت ہو تو ہم ازروئے تعظیم و تضخیم کے اس کو مفرد کلمہ "تو" کی بجائے جمع کی ضمیر "آپ" سے مخاطب کرتے ہیں اور گفتگو کے ایسے اسالیب دنیا کی عام زبانوں کا معمول ہے۔

خدائے رب العزت نے امیرالمومنینؑ کے لئے ازروئے بزرگی و احترام اور سریر ولایت کے بلند مقام کے حامل امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب

کے لئے یہاں جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا تاکہ لوگ بھی علیؑ کی اسی طرح تعظیم اور عزت کریں جس طرح خداوند عالم نے کی۔

ثانیاً۔ چونکہ امیرالمومنینؑ کی اولاد اطہارؑ اسلام کے آئمہ برحق ہیں اور مقام ولایت کلیہ و مطلقہ میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ شریک ہیں۔ بلکہ مولا امیرالمومنینؑ کے مقامات و درجات کے وارث بھی ہیں۔ اس لئے اس موضوع میں ان کی ولایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

ثالثاً۔ آیہ مبارکہ "انما ولیکم اللہ" کا اختصاص مولا امیرالمومنینؑ اور آئمہ اطہارؑ کے ساتھ تمام اخبار و تفاسیر میں مذکور ہے اور یہاں تک کہ "صحاح ستہ" جیسی کتب عامہ میں اس اختصاص کا ذکر ہوا ہے جوکہ اہل سنت کے نزدیک حجت کامل کا درجہ رکھتی ہیں۔

قوشیچی جوکہ اہل سنت کے آئمہ میں سے گردانا جاتا ہے اس نے آیہ مبارکہ "انما ولیکم اللہ و رسولہ" کی خصوصیت میں تمام دعوے جمع کئے ہیں۔ شرح تجرید میں وہ مبحث امامت میں یوں رقم طراز ہے کہ "اس بارے میں کہ آیہ مذکور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے کسی قسم کا مناقشہ اور اختلاف نہیں ہے اور یہ موضوع تمام مفسرین کے اجماع کا مورد ہے[1]"

اس بناء پر امیرالمومنینؑ اور آئمہ طاہرین کے ساتھ اس آیت کے اختصاص کا مسئلہ فریقین کے مابین ایک اجماعی مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس مورد میں کسی کے لئے شک و تردید کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اعتراضات اور جوابات

(درخصوص ولایت کلیہ معصومینؑ)

بعض کمزور فہم افراد حضرات چہاردہ معصومینؑ کی ولایت کلیہ و مطلقہ کی نفی کے لئے جوکہ کل عالمین پر ہے۔ بچگانہ دلائل کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور طفلانہ حرکات سے اپنے لئے ظلم و جور کا سامان مہیا کرتے ہیں جن سے ان لوگوں کے لئے اہل بیتؑ نبوت و طہارت کی بلند مقامی اور اعلیٰ منصبی سے بغض و عناد اور خصومت و حسد کا اثبات ہوتا ہے اور ان کی بے علمی' قرآن سے بے تعلقی اور قلت معلومات کی کمی و معارف و حقائق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ہم اس مختصر تالیف میں ان کے اہم اعتراضات اور دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ہر ایک کا بطریق احسن جواب عرض کرتے ہیں۔

و من اللہ التوفیق

اعتراض اول

قولہم اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امامؑ کی ولایت تمام اشیاء پر مسلم ہے تو حتماً یہ ہونا چاہئے کہ ہر قسم کا درودیوار اور نیزہ و شمشیر ان کی اجازت کے بغیر کام میں نہ آوے۔ پس اگر تلوار امام کے بدن میں اترے یا کوئی پتھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر لگے تو ظاہر ہے یہ خود ان کے اذن اور اجازہ سے ہوا لہٰذا ان پر ظلم و ستم ہونے کا سوال ہی نہیں۔ یہ دکھ اور صدمہ انہوں نے اپنی مرضی اور منشاء سے خود پروارد کیا ہے۔

جواب

میں عرض کرتا ہوں کہ تمہارا یہی اعتراض و ایرادعین رب جلیل کی ذات پر بھی وارد ہوتا ہے۔

بقول شما اگر ولایت خدا تمام اشیاء پر ثابت ہے تو چاہئے کہ کوئی درودیوار نیزہ و شمشیراس کے اذن اور اجازت کے بغیر کام نہ کرے پس اگر تلوار بدن امام میں لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سنگ زنی ہو تو یہ سب کچھ تو خداوند عالم کے اذن اور حکم سے ثابت ہوتا ہے۔ پس ظالموں کی طرف سے ان پر مطلق ظلم و ستم نہ ہوا بلکہ یہ صدمہ اور رنج و الم تو خود خداوند عالم نے ان پر وارد کیا ہے۔ قول مشہور ہے....

گرچہ تیر از کماں ہمی گذرو
از کماندار بیند اہل خرد

لیکن یہ بیوقوف حضرات معصومینؑ کے مقامات و درجات عالیہ کو گرانے کے لئے درودیوار سے سر ٹکرارہے ہیں اور ہر خس و خاشاک کی طرف متوجہ ہورہے ہیں ان سے کہنا چاہئے....

اے بے خبرو! ولایت کلیہ مخصوص خدا ہے اور محمد و آلؑ محمد علیہم السلام خدا کے بندے ہیں۔ لیکن خداوند عالم نے نص آیہ مبارکہ "انما ولیکم اللہ و رسولہ" اور ان تمام آیات و روایات کے مطابق جو نمونتہ" گزر چکی ہیں ان عظیم الشان ہستیوں کو اپنا ولی امر اور تمام کائنات میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور اپنے بندوں میں سے انہیں فضیلت امتیاز بخشی اور اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان ان ہستیوں کو فیض و رحمت کا واسطہ قرار دیا اور ولایت کلیہ و مطلقہ کے تاج سے انہیں مفتخر

فرمایا لیکن چونکہ یہ دنیا امتحان کدہ ہے اور اختبار و اختیار کا گھر ہے اس لئے خداوند عالم نے یہاں اپنے بندوں کو آزاد و مختار چھوڑا ہوا ہے تاکہ ہر کوئی اپنے جوہر باطن کو خود ظہور میں لائے تاکہ روز محشر حجت تمام رہے۔

لیکن خداوند عالم اس بات پر قادر ہے کہ وہ تمام موجودات میں اپنے ارادہ کا اجراء کرے اور ظالموں کی طغیانی و سرکشی اور بدکاروں کی سیاہ کاری کی گرفت کرے۔ مگر خداوند عالم انہیں دنیا میں چند روزہ مہلت دیتا ہے تاکہ خبیث، طیب سے ممیّز رہے۔

جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لا نفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثماً ولھم عذاب مھین ○ (سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر۱۷۸)

ترجمہ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا انہیں مہلت دینا ان کے لئے سودمند ہوگا۔ بلکہ ہم انہیں اس لئے مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے گناہ اور سرکشی میں بڑھ جائیں اور ان کو عذاب پہنچے اور وہ بری طرح ذلیل و خوار ہوں۔

اس آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند عالم کا کفار کو ان کے افعال فاسدہ اور اعمال کاسدہ میں مہلت دینا محض عجز و ناتوانی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ مہلت اس لئے ہے کہ ان کا باطنی خبث ان کے گناہوں کے ساتھ ظہور میں آجائے اور آخر الامر وہ اپنے اعمال فاسدہ کی سزا بھگتیں اور قیامت کے دن ان کے پاس کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اسی طرح آیت مذکور کی تائید و میں مزید فرمان ایزدی ہوتا ہے

"ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب"

یعنی خداوند عالم مومنین کو اس ایک ہی حالت میں نہ چھوڑے گا (یعنی مومن و منافق ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ رہیں) یہاں تک کہ وہ ذات قدیر بدفطرت کو پاک سرشت سے (آزمائش اور امتحان کے ساتھ) ایک دوسرے سے جدا کردے۔

اس بناء پر اولیاء اللہ کا ظالموں کی برابر ریشہ دوانیوں پر سکوت یا تسلیم ان کی ناتوانی یا ستمگروں کی ریشہ دوانی سے عدم واقفیت پر مبنی نہ تھا بلکہ ان کا سکوت محض مقدرات الٰہی کے اجراء کے لئے تھا اور ہر حال میں جلب رضائیت خدا ان کے پیش نظر رہی۔

جیسا کہ ثامن الاولیاء امام علی بن موسیٰ الرضاؑ اس موضوع کی خصوصیت کو اپنے بیانات سے روشن اور منور فرماتے ہیں اور اس موضوع میں شک وریب کرنے والوں اور لوگوں کے درمیان وسواس پیدا کرنے والوں کو مسکت خصم جواب دیتے ہیں۔

ایک سائل نے حضرت رضا علیہ السلام سے سوال کیا "مولا! جب آپ کے جد بزرگوار امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ اپنی شہادت و اوقات حتیٰ کہ اپنے قاتل تک سے آگاہ تھے تو آپ نے اس امر پر اقدام کیوں کیا؟ اور خاموش کیوں رہے۔؟ جبکہ ان کا سکوت اور یہ اقدام خود کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔"

امامؑ نے فرمایا "میرے جد بزرگوار ان سب باتوں سے باخبر تھے۔ مگر آپ نے اس کو اس لئے اختیار کیا' تاکہ خدائی مقدرات انجام پذیر ہوجائیں اور ان کا اجراء بھی ہوجائے" [1]

---

[1] اصول کافی ۲۵۹

امام رضا علیہ السلام کے فرمان کی تائید میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی داستان موجود ہے جس کا قرآن میں مفصل ذکر ہوچکا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جناب ابراہیمؑ فرمان الٰہی کے اجراء اور جلب رضائیت الٰہی کے لئے اپنے فرزند ارجمند کو راہ خدا میں قربان کرنے کے لئے راضی اور مستعد ہوگئے اور اس پر عمل پیرا بھی ہونے لگے، جبکہ وہ اس بات پر بھی قادر تھے کہ وہ ایسا نہ کرتے اور دوسروں کی طرح راہ عصیاں اپناتے۔ چونکہ بیٹے کی قربانی میں رضائے الٰہی مقصود تھی۔ لہٰذا باوجود قدرت کے عدم اطاعت اور معصیت پر فرمانبرداری کو ترجیح دی اور اپنے جگر گوشہ کی قربانی کا اقدام کیا۔

آئمہؑ طاہرین بھی ایسا کرسکتے تھے اور باذن اللہ قادر تھے کہ مصائب و بلیات کو خود سے دور رکھتے۔ لیکن چونکہ ہر حال میں ان کے پیش نظر رضائے الٰہی تھی لہٰذا خدائی مقدرات کے اجراء کے لئے وہ مصائب و تکالیف جو ان کے لئے مقدر ہوچکی تھیں، خود کو ان کے لئے پیش کردیا۔

عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم یامرہ یعملون

وہ حدیث جو ہم ذیل میں نقل کررہے ہیں وہ بھی اس مطلب کی وضاحت کے لئے روشن دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔

عیون اخبار الرضا:

ہرثمہ بن اعین سے اسناد کے ساتھ روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ مامون کے دربار میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام وفات پاگئے ہیں پھر مامون کی طرف سے اس خبر کی تکذیب کردی گئی۔ میں حقیقت حال سے مطلع ہونے کے لئے امام رضا علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت کے گھر کے سامنے میری ملاقات مامون کے غلاموں میں سے صبیح

دیلمی سے ہوئی جوکہ دلی طور پر حضرت رضا علیہ السلام کے موالیوں میں سے تھا صبیح نے مجھ سے کہا اے ہرثمہ! تو جانتا ہے کہ میں مامون کے خاص الخاص غلاموں میں سے ہوں اور مامون کے رازوں کا امین ہوں۔ میں نے کہا۔۔۔۔۔ بجا کہا ہے!

اس نے کہا کل رات مامون نے مجھے اپنے تین خاص غلاموں کے ساتھ بلوایا۔ جب ہم اس کی خدمت میں پہنچے وہ اس وقت خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے سوا کسی دوسرے شخص کا وہاں وجود تک نہ تھا۔ ماموں کی وہ خلوت بے شمار شمعوں سے فروزاں تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا گویا روز روشن ہو۔ مامون مجلس کے وسط میں براجمان تھا اور اس کے پہلو میں بے شمار قاطع اور زہر آلود تلواریں پڑی ہوئی تھیں۔

مامون نے ہماری پذیرائی کی اور فردا" فردا" ہم سب سے پختہ عہدو پیمان لیا کہ ہمیں جو بھی حکم دیا جائے ہم اس پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہوں اور اس حکم کے اجراء میں کسی قسم کی فروگذاشت اور کوتاہی ہم سے نہ ہونے پائے اور مزید برآن اس رات کا یہ عظیم راز تمام لوگوں سے مخفی اور سربستہ رہے۔

ہم نے اس سے وعدہ کیا کہ آپ جو بھی حکم صادر کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ اس بارے میں کسی سے تذکرہ نہ کریں گے۔ مامون جب کلی طور پر ہم سے مطمئن ہوگیا تو کہا۔

آج رات تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ ان تلواروں کو اٹھاؤ اور شمشیر بدست ہو کر جناب رضا علیہ السلام کے گھر کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ دفعتا" ان کے گھر میں داخل ہوجاؤ اور امام جس حال میں بھی ہوں بغیر کسی رحم و کرم کے ان تلواروں کو استعمال میں لانا اور ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ایک بساطی میں لپیٹ کر رکھ دینا۔

اس عمل کی انجام دہی کے بعد میرے پاس واپس پلٹنا تاکہ میں تمہاری کارکردگی سے آگاہ ہوسکوں---- دیکھو! اگر وہ کام جو میں نے تمہارے ذمے لگایا ہے اسے بکمال و خوبی انجام دو اور لوگوں سے اسے مخفی رکھو تو میں تم میں سے ہر ایک کو دس بدرہ روپیہ اور دس قطع آباد رقبہ دوں گا اور تمام عمر تم میرے حضور میں مہربانیوں سے متمتع اور عزیز رہو گے-----

صبیح کہتا ہے ہم نے ناچار اس کے فرمان کو قبول کیا۔ ہم نے امام کے گھر کا قصد کیا اور چلتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوگئے۔ امام رضا علیہ السلام عالم استراحت میں تھے اور منہ سے کچھ ایسے جملات ادا کررہے تھے جو ہماری فہم سے بالا تھے---

غلام حملہ کی نیت سے امام عالی مقام کی طرف بڑھے۔ میں ایک کونے میں کھڑا اس تمام واردات کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مامون کے شمشیر بردار عریاں تلواروں کے ساتھ امام پر حملہ زن ہوگئے اور ان کے وجود نازنین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ان کے جسد مبارک کو ایک بساطی میں لپیٹ دیا اور گھر کے ایک کونے میں چھوڑ دیا---

اس کے بعد ہم امام کے گھر سے نکلے اور مامون کے دربار کا رخ کیا مامون مضطرب انداز میں ہماری آمد کا منتظر تھا۔ جب اس کی نگاہیں ہم پر پڑیں تو فورا" لپک کر ہماری طرف آیا اور کہا کیا کر آئے ہو؟ کیا میرے فرمان کو عملی جامہ پہنادیا؟---
غلاموں نے کہا حضور نے جو حکم صادر فرمایا تھا اس پر عمل کیا جاچکا ہے اور ہم نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے۔

مامون نے کہا دیکھو! اس بارے میں کسی شخص سے گفتگو نہ کرنا اور اس کے بعد

ہمیں رخصت ہونے کی اجازت بخشی۔

جب صبح ہوئی اور ہم دربار میں آئے تو ہم نے مامون کو ماتمی لباس میں ملبوس دیکھا عزاداروں کی طرح اس کا گریبان کھلا ہے اور سر برہنہ ہے اور لوگوں کے ساتھ جناب رضا علیہ السلام کی ناگہانی رحلت کے بارے میں گفتگو کررہا ہے اور اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار کررہا ہے۔

اس کے بعد جب اس مجلس کی برخاست ہوئی تو مامون مجھے اپنے ہمراہ لے کر امام کے جسد اطہر کی تحقیق کے لئے امام کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

جب ہم امام کے گھر میں داخل ہوئے تو ایک آواز ہمارے کانوں کو سنائی دی۔ مامون فورا" ٹھہر گیا اور نہایت تحیر خیز انداز میں مجھ سے استفسار کیا۔

آیا کوئی حجرہ امام میں موجود ہے؟

میں نے کہا مجھے کچھ علم نہیں

مامون نے کہا ...... جاؤ اور دیکھو یہ صدا کس کی ہے!؟

صبیح کہتا ہے میں گیا اور میں نے ایک تعجب خیز منظر دیکھا کہ میرے مولا جناب امام رضا علیہ السلام اپنی محراب میں بیٹھے ہوئے دعا و مناجات میں مشغول ہیں ...... میں واپس پلٹا اور یہ حقیقت مامون کے گوش گزار کی کہ یہ آواز جناب رضاؑ کی ہے جو کہ اپنی محراب میں نماز و تسبیح میں مصروف ہیں۔

مامون اس خبر کی شنید سے بہت مضطرب ہوا اور غیض و غضب کے عالم میں کہا "خدا تمہیں لعنت کرے کہ مجھ سے خیانت کی اور مجھ سے جھوٹ بولا" اس کے فورا" بعد اپنے دربار کو واپس لوٹ گیا۔

صبیح کہتا ہے میں امام کے نزدیک گیا۔ حضرتؑ نے محراب میں بیٹھے

ہوئے میرا نام پکارا اور فرمایا "اے صبیح!

"یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون"

یعنی وہ تو چاہتے ہیں کہ نور خدا کو بجھا دیں مگر خدا اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے

صبیح کہتا ہے امامؑ سے رخصت ہو کر میں نے مامون کی طرف مراجعت کی۔ میں نے دیکھا کہ تشویش کی شدت سے اس کا چہرہ شب دیجور کی مانند سیاہ ہو چکا ہے مجھے دیکھا تو فوراً" پوچھا اے صبیح! تو نے امام رضاؑ کے خانہ اقدس میں کیا دیکھا؟

صبیح کہتا ہے میں نے جو دیکھا اور اپنے مولا سے جو کچھ سنا تھا وہ مامون کے گوش گزار کر دیا میری باتوں کو سن کر مامون بہت زیادہ متفکر اور ہراساں ہوا۔ پھر عزاداری کے لباس کو اتار دیا اور مجھ سے کہا

لوگوں میں اطلاع کر دو کہ حضرت رضا علیہ السلام نے وفات نہیں پائی بلکہ ضعف کی حالت ان پر اس قدر طاری ہوگئی تھی کہ ہم نے گمان کیا وہ کوچ کر گئے ہیں الحمداللہ! اب وہ دوبارہ عرصہ ہوش میں آگئے ہیں اور یہ بہت مسرت اور خوشی کی بات ہے۔

ہرثمہ کہتا ہے میں اس امر حادث سے اپنے مولا کی سلامتی اور خیریت پر خدائے قدوس کے حضور سجدہ شکر بجا لایا اور دوبارہ امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا اے ہرثمہ تو نے جو دیکھا کسی سے اس بارے میں مطلق تذکرہ نہ کرنا مگر ہمارے مخلص شیعوں سے اس واقعہ کی گفتگو کرنے

میں کوئی حرج نہیں ہے جن کے قلوب کو خداوند عالم نے ایمان اور ہماری ولا سے معمور کیا ہوا ہے میں نے عرض کی ”اے میرے مولا! میں آپ کے فرمان کی اطاعت کروں گا حضرتؑ نے فرمایا اے ہرثمہ قسم بخدا ان کا کوئی مکروحیلہ اور کوئی تدبیر ہمیں ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ مگر یہ کہ خدا نے ارادہ فرما لیا ہو (یعنی اس میں ہمارے خدا کی تسلیم حکم اور ارادہ کا موقع ہو)۔ ؎۱

اس صحیح روایت کے مطالعہ سے جو کہ شیعہ کی معتبر کتب میں نقل ہوئی ہے ان کے اشکال و اعتراض کا جواب حضرت رضا علیہ السلام کی زبان مبارک سے مل جاتا ہے اور مسئلہ اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ یہ ہستیاں ولایت کلیہ الٰہی کی مالک ہیں اور باذن اللہ موجودات میں ہر نوع کے تصرفات اور اوامر و نواہی کی مجاز ہیں۔

اس ضمن میں بے شمار متواتر احادیث موجود ہیں جن کی موجودگی میں کسی کیلئے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اگر کوئی شخص ذاتی طور پر اہلبیتؑ سے عناد نہ رکھتا ہو تو ان اسناد محکم و متین کے روبرو سر تسلیم خم کرے گا اور امام کے مقام و منزلت کی تعریف و توصیف جس طرح رسول اللہ اور آئمہ طاہرین نے کی ہے اس کو پہچانے گا۔ اور جب وہ مظاہر عرفان الٰہی کے مقامات اور بلند درجات کا شناسا ہو جائے گا تو تب جاکر وہ اپنا عقیدہ توحید کامل کرے گا۔ اور شیطانی وساوس سے نجات پائے گا۔

وضاحت مطلب کے لئے ذیل میں مشہور روایت نقل ہوتی ہے تاکہ بعض کمزور علم متوجہ ہوں اور یہ جان لیں کہ اہل بیتؑ کے مخلص شیعہ محض

؎۱ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۵ — مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۴۹
مدینۃ المعاجز ص ۴۸۲ / ۴۸۳ — بحار الانوار جلد ۴۹ ص ۱۸۶

ضد کی بناء پر ان مقامات ولایت کا ان مقدس ہستیوں کے ساتھ انتساب کا اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ شیعوں کو اس عقیدہ کے سکھلانے والے خود آئمہ طاہرین و معصومین ہیں اور شیعہ ان عقائد کے قبول کرنے اور اپنانے میں دین کے مقدس پیشواؤں کے تابع ہیں اور ان عقائد کے انکار اور تردید میں معاندین فی الحقیقت شیعوں ہی کے ساتھ عناد نہیں برتتے بلکہ ان کا یہ عناد' ہٹ دھرمی اور بغض براہ راست آئمہ طاہرین کے ساتھ ہے اور ان کے زہرآلود تیروں کا نشانہ توحید اور ولایت کا مقدس نقطہ ہے اسی طرح ازمنہ گذشتہ میں بلکہ آئمہ اطہار کے زمانہ میں بھی ایسے معاند اور بے عقل موجود تھے جو آئمہ طاہرین کو ولایت کلیہ و مطلقہ کے بلند مقام کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور انکار کرنا ان کی رگ و پے میں سمایا ہوا تھا بے شمار مواقع ایسے ہیں جب انہوں نے آئمہ طاہرین پر اعتراضات اور ایرادات اٹھائے اور آئمہ طاہرین کے ساتھ مباحثہ و مجادلہ اختیار کیا لیکن ہمیشہ ان ہستیوں سے دندان شکن جواب پایا اور دین و دنیا میں رو سیاہ ہوئے۔

مندرجہ ذیل مشہور مستند روایت پر توجہ فرمایئے اور دیکھئے کہ معاندین و مخالفین کے مذہب کے ضدانہ عقائد کیونکر اور کہاں سے لئے گئے ہیں' ان کا سرچشمہ کون سا ہے اور کس طرح تمام خلفائے جور کے زمانوں میں خفاش صفت نور خدا کو بجھانے کی گھات میں لگے رہے ہیں۔ لیکن وہ اپنی آرزو تک نہیں پہنچ پائے۔ اور حقائق پہلے سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہوتے چلے گئے۔

مناقب ابن شہر آشوب

حمید بن مہران مامون کا دربان خاص تھا۔ ذاتی طور پر وہ بہت بدنہاد اور

پست فطرت انسان تھا۔ وہ ہمیشہ حضرت رضا علیہ السلام کے بلند رتبہ سے حسد کیا کرتا تھا اور ہمیشہ اس گھات میں رہتا تھا کہ امام عالی مقام پر کوئی اعتراض وارد کر سکے اور امام کو لوگوں کی نظروں میں (نعوذ باللہ) شرمندہ کرسکے باوجود اس کے آیات و بینات اور روشن معجزات حضرت کی ذات سے مسلسل ظہورپذیر ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے فضائل اور رفیع مقامات کی شہرت سے مامون بھی متاثر تھا۔

لیکن بمطابق حکم ''لایزید الظالمین الا خسارا'' اس بات نے اس کو پہلے سے بھی زیادہ عداوت اور ہٹ دھرمی پر ابھارا اس لئے اس نے مامون سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ایک ایسی مجلس ترتیب دے کہ جس مجلس میں وہ امام کے ساتھ بحث اور مناظرہ کرے اور اپنی ناقص فکر سے امام کی امامت کے بارے میں نقص کا ثبوت مہیا کرسکے مامون اس بدذات سے کچھ کم نہ تھا اور وہ بھی ہمیشہ ایسے ہی کام کی آرزو میں لگا رہتا تھا۔

اس نے حکم دیا کہ دربار کے تمام علماء و فضلاء اور دانشمندوں کی ایک وسیع مجلس قائم کی جائے ...... مامون خود بھی اس مجلس میں شریک ہوا اور حضرت رضا علیہ السلام کو اپنے پہلو میں ایک مخصوص نشست پر بٹھایا گیا جو ان کیلئے تیار کی گئی تھی۔ پس جب مجلس کا انعقاد ہوگیا اور حاضرین اپنی اپنی نشستوں پر آرام و سکون سے براجمان ہوگئے تو حمید بن مہران نے آغاز کلام کیا اور حضرت رضا علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے جو گفتگو کی اس کا خلاصہ یہ ہے' ''لوگوں نے آپ کے متعلق بہت زیادہ حکایات پھیلا رکھی ہیں اور آپ کی تعریف و توصیف میں اعتدال کی راہ چھوڑ کر اسراف کی راہ اختیار

کی ہوئی ہے (یعنی آپ کے بارے میں غلو کرتے ہیں) پس لازم تھا کہ آپ انہیں اجازت نہ دیتے تاکہ یہ کاذب آپ کے متعلق جھوٹ کے ان پلندوں کو نہ پھیلاتے"۔

حضرت نے فرمایا میں بندگان خدا کو ان خدائی نعمتوں کے اظہار اور بیان سے کیوں روکوں جو اس نے مجھے عطا کی ہیں میں کون ہوں جو شکر نعمت نہ کروں......

کافی گفتگو کرنے کے بعد حمید بن مہران نے ان دوشیروں کی طرف اشارہ کیا جو پردے پر بنے ہوئے تھے' اور امام سے کہا۔

"اگر آپ اپنے قول اور دعوے میں سچے ہیں تو شیر کی ان دو تصویروں کو زندہ کردیں اور مجھ پر مسلط کردیں۔ اگر آپ نے یہ کام کر دیا تو ہم فضیلت کے ان مقامات کا آپ کیلئے اعتراف کریں گے......"

محترم قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں یہ گفتگو اور بحث امام کے ساتھ ولایت تکوینی کے بارے میں ہے نہ کہ ولایت تشریعی میں۔ جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ دو تصویروں کو زندگی بخشنا اور دونوں کو دو زندہ اور درندہ شیروں کی صورت میں تبدیل کرنا یہ ولایت تکوینی کی خصوصیات میں سے ہے نہ کہ ولایت تشریعی کی۔

حمید بن مہران اور اسی جیسے دوسرے لوگ جو آئمہ معصومین کی ولایت تکوینی اور ولایت مطلقہ میں شک و تردید کرتے ہیں وہ اس روایت کے باقی ماندہ حصہ پر توجہ فرمائیں جو شیعہ کی معتبر کتب میں نقل کی گئی ہے اگر وہ لوگ خود ان مقامات کے اقرار کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ خدا ہی سے حیا

کریں اور آئمہ طاہرینؑ کے حقیقی مخلص موالیوں کو اس قدر طعن و تشنیع کا ہدف نہ بنایا کریں۔

روایت کا بقیہ حصہ یوں ہے "امام عالی مقام موسیٰ الرضا علیہ السلام حمید بن مہران کے کلام سے غضب میں آگئے اور شیروں کی ان فریاد کرتی ہوئی دو تصویروں کو حکم دیا کہ اس بدکار اور فاسق و فاجر شخص کو پکڑ لو.اور اسے پھاڑ ڈالو اور روئے زمین پر اس مردود کا نشان بھی نہ چھوڑو۔"

وہ دو تصویریں اپنی جگہ سے دفعتاً" اچھل پڑیں اور دو زندہ اور درندہ شیروں کا روپ دھار لیا اور دربان پر حملہ زن ہوگئے۔ اور اسے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور اسے چٹ کر گئے یہاں تک کہ اس ملعون کے خون کو بھی چاٹ لیا۔

میں عرض کرتا ہوں

یہ واقعہ جناب موسیٰؑ کے ہاتھ میں عصا کے اژدہا بن جانے سے کتنا مشابہ ہے جس کا قرآن مجید میں تفصیلاً" ذکر ہوا ہے جس طرح خداوند عالم نے جناب موسیٰؑ کو یہ قدرت عنایت فرمائی تھی کہ وہ ایک اشارہ سے چوب خشک کو پھنکارتا ہوا اژدھا بنا دیتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام قدرت کو کاملیت و تمامیت کے ساتھ آئمہ طاہرین کو بھی عطا فرمایا ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے اور یہ اعتقاد تمام مسلمانوں کا ہے کہ اسلام کے مقدس پیشوا تمام انبیاء کرام کے وارث ہیں بلکہ علاوہ ازیں خدا کی طرف سے ان ہستیوں کو

کچھ ایسے امتیازات بھی عطا ہوئے جو انبیاء گذشتہ میں بھی موجود نہ تھے اور ہم نے اس کتاب میں چند ایک ایسے امتیازات کو نقل کیا ہے تاکہ محترم قارئین سے کوئی چیز مخفی نہ رہے۔

لیکن کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ کمزور فہم اور ضعیف العلم حضرات اس مقام ولایت کو جناب موسیٰ بن عمران کے لئے تو قبول کرتے ہیں اور کسی قسم کے تحیر کا اظہار نہیں کرتے مگر جس وقت موسیٰ بن عمران کی مماثلت و تشبیہہ آئمہ معصومین کے اوصاف میں سے کسی ایک میں پائی جائے' اور یہ لوگ سنیں تو لامحالہ اس میں شک کرتے ہیں اور تردید کو واجب سمجھتے ہیں اور ان کے مقام و منزلت کا انکار کرتے ہوئے اپنے بغض و عناد کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مقامات کا اقرار انبیاء سلف سے بھی بالاتر ہے۔

کیا وہ لوگ آئمہ طاہرین کی زیارت میں یہ کلمات نہیں پڑھتے۔

"السلام علیک یا وارث موسیٰ کلیم اللّٰہ"

کیا آئمہ اطہار نے جناب موسیٰؑ اور دیگر انبیاء سے' زمین' جائیداد یا درہم و دینار کو وراثت میں پایا ہے؟ یا انہی مقامات عالیہ اور روشن معجزات کو میراث کیا ہے البتہ دوسری شق تو بلکہ ظاہر اور واضح ہے کہ آئمہ طاہرین نے مقامات عالیہ اور روشن معجزات اور آیات بینات کو وراثتاً" پایا ہے۔

اب اگر ہم آئمہ طاہرین کے بلند مقامات اور ممتاز درجات سے کچھ علاقہ نہ رکھیں اور ان سے صرف نظر کریں اور ان کو فقط انبیاء سلف کا وارث گردانیں تو اس صورت میں بھی لازم ہے کہ بلاچون و چرا انبیاء کرام کے مقامات و درجات کا آئمہ طاہرین کو حامل جانیں اور اس کا اقرار بھی

کریں۔ کیونکہ وہ تمام محمد و آل محمد کے مکتب کے شاگرد ہیں اور ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ان ذوات مقدسہ کی برکات کی ہی بدولت ہے۔ ایک بار پھر بقیہ روایت پر توجہ فرمائیں۔

”جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو ان پر لرزہ طاری ہوگیا اور اس تماشا سے وحشت و حیرت میں ڈوب گئے۔ پس جب شیر حمید بن مہران کے کام سے فارغ ہوئے تو حضرت رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کی یاولی اللہ فی ارضہ اس بارے میں ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں اور یہ کہہ کر مامون کی طرف اشارہ کیا آیا آپ اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ ہم اس کو بھی اس کے رفیق کے ساتھ ملحق کر دیں۔

مامون اس منظر خوفناک سے کلی طور پر ہوش و خرد کی منزل سے بیگانہ ہوگیا حضرت نے ان دوشیروں کو کہا آرام سے بیٹھ جاؤ پس آپ نے درباری ملازموں کو حکم دیا کہ مامون کو ہوش میں لایا جائے شیروں نے دوبارہ امام سے اجازت چاہی کہ مامون کو بھی حمید کے انجام تک پہنچا دیا جائے مگر حضرت نے اجازت نہ فرمائی اور فرمایا خدائے ذوالجلال مامون کے بارے میں ایک ارادہ اور تدبیر رکھتے ہیں اور اس کا اجراء خود رب جلیل کی ذات کرے گی۔

اس کے بعد حضرت نے ان دوشیروں کو حکم دیا کہ اپنی پہلی حالت کی طرف پلٹ جاؤ مامون نے کہا میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے حمید بن مہران کے شر سے بچا لیا۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔

یا ابن رسول اللہ! یہ کام آپ کے جدامجد رسول خدا اور ان کے بعد

آپ کے لئے مخصوص ہے حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا جان لو! خداوند عالم نے مجھے اپنی تمام مخلوقات کی فرمانبرداری اور اطاعت میں سے اس قدر عطا فرما دیا ہے کہ اس فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کی تو نے فقط یہ دو صورتیں دیکھی ہیں لیکن جاہل اور ناداں انسان اگرچہ اپنے نصیبوں اور مقدروں میں خود زیاں کار ہوتے ہیں پھر بھی اس میں خدائے قدوس کی ایک مصلحت اور تدبیر مضمر ہوتی ہے اور خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھ پر اعتراض نہ کروں بلکہ وہ کام جس کا تو نے اپنے ماتحت ملازم کے ذریعہ سے اظہار کیا میں بس اسے آشکار کر دوں۔

اس کے بعد مامون ہمیشہ اپنے نفس کے سامنے شرمندہ اور پست رہا۔ یہاں تک کہ بعد میں امام کے بارے میں اس نے جو بھی کیا وہ کیا۔ [۱]

اعتراض دوم

کہا جاتا ہے کہ اگر نبی و امام کی ولایت ہر چیز پر محیط و بسیط ہے تو وہ ذاتی طور پر اپنی ذات سے آفات و بلیات اور شرو آزار سے مدافعت کیوں نہیں کر لیتے اور خدا سے اپنے مصائب دور کرنے کیلئے دست بدعا کیوں ہوتے ہیں؟

جواب

حقیقت میں معترضین کا یہ استدلال غلط' بچگانہ بلکہ احمقانہ حیثیت کا حامل ہے جو کہ کھلم کھلا صاف طور پر وضاحت کر رہا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت اطہار کے آثار و احادیث بلکہ قرآن مجید سے بھی کس قدر بیگانہ و

عیون اخبار الرضا جلد دوم ص ۱۶۵' ۱۷۵ ' تحیفتہ الابرار جلد دوم ص ۲۲۷' ۲۲۸

مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۷۰ مدینۃ المعاجز ص ۴۹۴' ۴۹۵

لاپرواہ ہیں اور ان کا یہ بے تکا اعتراض اس بات کی دلیل ہے۔

اولا" ان کا یہ کہنا کہ آئمہ طاہرین کی ولایت کلیہ و مطلقہ ان حضرات کی دعاؤں اور مناجاتوں کے ساتھ زبردست ضد اور اختلاف رکھتی ہے جبکہ ولایت کلیہ تو سلب احتیاج اور درگاہ الٰہی سے انقطاع کے معانی میں ہے ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب چہاردہ معصومینؑ ولایت کلیہ و مطلقہ کے مالک ہیں تو پھر لازمی طور پر چاہیے کہ وہ خدا کی بارگاہ سے قطع تعلق کرلیں اور اپنی کوئی حاجت خدا کی بارگاہ سے طلب نہ کریں اور اپنے مستقل ہونے کا دعویٰ کریں اور "انا ربکم الاعلی" کا نعرہ بلند کریں (العیاذ باللہ)

کیا بے عقلی اور کیا بے منطقی ہے؟

اگرچہ شیعان حیدرکرار کا یہ عقیدہ ہے کہ آئمہ معصومین خدائے جلیل کی جانب سے ولایت مطلقہ کے اہم اور عظیم مقام پر سرفراز ہیں۔ لیکن ایک لحظہ کے لئے بھی وہ خدا کی بارگاہ سے بے نیاز اور مستغنیٰ نہیں ہوتے بلکہ ہر قسم کی امداد ان کو مبداء فیض سے پہنچتی رہتی ہے اور ان نفوس قدسیہ نے کبھی بھی ذاتی استقلال کا دعویٰ نہیں کیا ہے اور جو کوئی بھی جملہ امور میں ان کو مستقل اور خدا کی بارگاہ سے مستغنی اور بے نیاز جانے وہ کافر و مشرک ہے۔

"عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون"

ثانیا": آئمہ طاہرین کے اعمال و افعال کا ایک مقصد لوگوں کو تعلیم دینا ہے اور مسلمانوں کو بھی ان اعمال کی مشق کرانا ہے جیسا کہ وہ ادعیہ مبارکہ جو صحیفہ سجادیہ کے صفحات پر مذکور ہیں اور جناب سید سجادؑ ان دعاؤں کے

ضمن میں خدا کی بارگاہ میں نالہ و فریاد کرتے ہیں

اور وہ بھی اس صورت میں کہ قرآن کی نص صریح کے مطابق اور علماء شیعہ کے اجماع اور روایات صحیحیہ و متواترہ کے مطابق ختمی المرتبت کی ذات گرامی اور آئمہ حامل ہیں تو وہ درگاہ الٰہی سے التماس دعا کیوں کرتے ہیں؟

ہم جواباً گزارش کرتے ہیں کہ حضرات معصومینؑ کا خدا کی بارگاہ میں التماس دعا کرنا ان کی ولایت کلیہ کے مطلق منافی نہیں ہے کیونکہ وہ درگاہ الٰہی سے ہرگز متفصل اور جدا نہیں ہیں اور ان کا التماس و دعا از روئے گناہ نہیں جہت تقرب کی خاطر ہے اور علاوہ ازیں لوگوں کی تعلیم اور مخلوقات کی آموزش کیلئے ہے۔

جیسا کہ اگرچہ خداوندعالم کی ذات بے نیاز تمام موجودات کی مالک و خالق ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے عاجز اور ناتواں بندوں کی طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرتا ہے اور یہ فرماتا ہے۔

من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً (سورہ بقرہ - آیہ ۲۴۴)

یعنی کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر وہ فرماتا ہے

واقرضو اللہ قرضاً حسناً (سورہ مزمل آیہ ۲۰)

یعنی خدا کو قرض حسنہ دو!

اور برہمہ اشخاص یہ حقیقت بخوبی عیاں ہے کہ قرض حسنہ وہ ہوتا ہے جو ایک محتاج شخص دوسروں سے طلب کرتا ہے اور ہم یہ جانتے اور اعتقاد

رکھتے ہیں کہ خداوند عالم کا وجود غنی بالذات ہے اور وہ کسی سے مطلق کوئی احتیاج اور ضرورت نہیں رکھتا۔ اس بناء پر خدا کا یوں قرض طلب کرنا مخلوقات سے ازروئے تعلیم و تربیت تھا اور مسلمانوں کے لئے تشویق و ترغیب پیدا کرنا تھا کہ وہ اجتماعی اور فردی نیک امور میں ایک دوسرے کی طاہرین کا وجود مبارک ہر نوع کے گناہ و خطا بلکہ ہر قسم کے نقص و اشتباہ سے مبرا و منزہ ہے۔ جب پیغمبر اور امام کا وجود مسعود معصوم ہے تو لازم ہے کہ وہ ہر خطا اور لغزش سے محفوظ اور دور ہوں۔

اس بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادعیہ اور مناجات گناہ گار بندوں کو تعلیم دینے اور ان کو توبہ و استغفار کا طریقہ و سلیقہ سکھلانے کے لئے ہیں کیونکہ حضرات معصومین خدائے جلیل کی جانب سے لوگوں کی ہدایت و ارشاد اور رہنمائی و تربیت کا وظیفہ سرانجام دیتے ہیں اور اس انداز سے نالہ و فریاد اور استغفار محض بندگان خطاکار کو تعلیم دینے کیلئے تھا' تاکہ غافل خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور دم واپسیں سے پہلے قولاً" اور عملاً" اپنے گناہوں اور معاصی سے توبہ تائب ہو جائیں۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے تو خدائے وحدہ' لاشریک چند ہستیوں کو پیغمبر اور امام بنا کر اپنی مخلوقات کے درمیان منتخب فرمائے اور پھر یہ بھی کہ ان کو عصمت کی صفت سے بدرجہ اتم متصف کر کے لوگوں کے درمیان معرفت کروائے لیکن خود لوگوں کو ترک گناہ اور معاصی سے دوری کی تبلیغ کرتا پھرے۔ اور خود بھی گناہ و لغزش کا ارتکاب کرے تو یہ غلط اور احمقانہ خیال نہ صرف قرآن و حدیث سے موافقت نہیں کرتا بلکہ عقل سلیم بھی ان کو

قبول نہیں کرتی اور اس عقیدہ فاسدہ سے نہ صرف آئمہ معصومین کے ممتاز مقامات کے باب میں جسارت و بے ادبی ہوتی ہے بلکہ اس سے خدا کی کاملیت بھی بے بند و بار ظاہر ہوتی ہے۔

ثالثاً:۔ معترضین کا یہ کہنا کہ اگر حضرات معصومین ولایت کلیہ کے مساعدت کریں۔

یہودیوں نے اس آیت کے ظاہری مفہوم کو پکڑ لیا اور یوں کہنا شروع کر دیا

"قالو ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء" یعنی خدا ازروئے احتیاج ہم سے قرض طلب کرتا ہے اور اس سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ خدا فقیر اور حاجتمند ہے اور ہم تونگر اور امیر ہیں۔

البتہ یہ بات بھی سب پر ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا آیات کے ظاہری مفاہیم سے تمسک کرنا اور قوم یہود کی طرح حجت قرار دینا موجب کفر ہے اور اسی طرح آئمہ طاہرین کی دعاؤں اور مناجاتوں کے ظاہری مفہوم سے تمسک رکھنا اور پاک اور معصوم ہستیوں کو گناہ گار تصور کرنا یہ بھی کفر کی ایک دوسری قسم ہے اور اولیاء اللہ کے مراتب میں جسارت ہے۔ اور وہ آیات و روایات اور ادعیہ مبارکہ جو کہ اس مضمون میں وارد ہوئی ہیں سب کی سب جنبہ تعلیم و تربیت رکھتی ہیں اور لوگوں کو مذہبی و عملی سبق سکھلاتی ہیں۔

اعتراض سوم

معترضین کے اعتراضات میں سے ایک اہم اعتراض یہ بھی ہے کہ

حضرات معصومینؑ کی ولایت مطلقہ کے قائل یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح عزرائیل تمام ارواح انسانی کو قبض کرتا ہے اور اسرافیل ارواح کو پھونکتا ہے اور جس طرح خورشید نظام شمسی کو چلاتا ہے اور جس طرح فرشتے رحم مادر میں بچہ کے صورت گر ہیں اسی طرح پیغمبر و امام جوکہ ان سب سے بلند مرتبت ہیں وہ بھی خلاق و ولی اور دنیا کے مدبر ہیں اور جس طرح ملکؑ و خورشید کا کام شرک سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا اسی طرح یہ بھی شرک نہیں۔"

اس کے بعد یہ معترضین اپنے طور پر استدلالات فوق کا یوں جواب دیتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عزرائیل خود تنہا تمام ارواح کو قبض نہیں کرتا بلکہ فرشتوں میں سے بے شمار اس کے مددگار اور خادم ہیں اور اسی طرح جناب اسرافیل کے افعال و اعمال انجام پذیر ہیں برخلاف اس کے کہ نبی اور امام کی شخصیت تو فرد واحد کی سی ہوتی ہے وہ کیونکر یہ کام کرسکتے ہیں۔

جواب

میں عرض کرتا ہوں کہ اس بات میں معترضین کو زبردست اشتباہ ہے۔ جناب ختمی المرتبت اور آئمہ طاہرین کی مقدس ہستیاں اس قدر تنہا اور بے یار و مددگار نہیں ہیں جتنا یہ لوگ تصور کرتے ہیں بلکہ امرالہی کے ساتھ زمین و آسمان میں ان کے بے اندازہ خدمتگار ہیں اور ان خدمت گاروں میں وہ اجل اور عظیم فرشتے بھی شامل ہیں جن کا آپ نام لیتے ہیں۔

امام صادق آل محمد فرماتے ہیں "الملائکہ خدامنا وخدام شیعتنا"[1]

---

[1] علل الشرائع جلد۱ ص۵ خدام محبینا

یعنی ملائکہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے خدمتگار ہیں امیر المومنین علی علیہ السلام مقداد بن اسود کو فرماتے ہیں

یا ابن اسود انا حجۃ اللہ علی خلقہ فی سمواتہ و ارضہ وما فی السماء ملک یخطو قدما" علی قدم الا باذنی وفی یر تاب المبطلون۔"ام

یعنی اے پسر اسود! میں زمین آسمان میں خدا کی مخلوقات پر اس کی حجت ہوں آسمان میں کوئی فرشتہ بھی میرے حکم اور اجازت کے بغیر ایک قدم سے دوسرا قدم نہیں اٹھاتا اور جو لوگ میرے بارے میں تشکیک کریں گے (یعنی ان مقامات عالیہ کو شان امام نہ سمجھیں گے) وہ لوگ اہل باطل ہیں اور اس کے علاوہ بھی آئمہ طاہرینؑ اور حضرات معصومینؑ ایسی تائیدات الٰہیہ کے حامل ہیں کہ وہ ملائکہ و فرشتگان کی مطلق احتیاج نہ بھی رکھیں!

آصف برخیا جو کہ اوصیاء سلیمان میں سے تھے وہ قرآن کی نص صریح کے مطابق بغیر کسی کمک اور مساعدت غیر کے چشم زدن میں تخت بلقیس کو مملکت سبا سے (ایک روایت میں یمن اور ایک میں حبشہ) مدین کے شہر میں لے آئے (فلسطین کے سابقہ شہروں میں سے ایک)..... لیکن یہ کج فہم اور جاہل معترضین اس استعجاب انگیز واقعہ کا ظہور آصف برخیا کی ذات سے تو قبول کر لیتے ہیں لیکن اگر ایسی مثالیں آئمہ طاہرینؑ سے ظہور پذیر ہوں تو انکار ان کا وطیرہ اور تردید ان کی طبعی خصلت ہے....

ایسے حقائق کا تحمل بھلا وہ لوگ کیسے کرسکتے ہیں جن کی توفیق سلب ہو

ام القطرہ جلد اول ص ۹۶ مشارق انوار الیقین ص ۲۱۸

اور ذاتاً" وہ کور باطن ہوں معترضین ومخالفین کا ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ ان کا کہنا ہے " جب فروع دین میں قیاس باطل ہے تو اصول دین میں کیسے روا رکھا جا سکتا ہے جب کہ فوق تو خالصتاً" اصول دین سے تعلق رکھتا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں ۔ قیاس فروع دین میں باطل ہے مگر اصول دین میں یہ لازم ہے ۔ جیسا کہ تمام علماء اتفاق رکھتے ہیں کہ اصول دین علوم عقلیہ میں سے ہے اور علوم عقلیہ استدلال کی احتیاج رکھتے ہیں اور استدلال کی بنیاد قیاس ہوتی ہے۔ اس بناء پر اصول دین کے مسائل اور اثبات موضوعات میں قیاس کا لانا واجبات میں سے ہے....

یہ بے خبر اعتراض اٹھانے والے اگر ایک مرتبہ قرآن حکیم کا مطالعہ بصیرت اور تدبر کے ساتھ کریں تو وہ دیکھیں گے کہ قرآن کی آیات مبارکہ اصول دین کے اثبات میں قیاس اور گوناگوں مثالوں سے مملو ہیں اور اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ لوگ جو ایسے بے بنیاد دعوے کرتے ہیں وہ تو چھوٹے چھوٹے موضوعات عقل و دین اور قرآن کے سادہ ترین استدلالات سے بھی بے بہرہ ہیں اور ان کے احاطۂ علم میں ابھی تک فقط اتنی بات نہیں آسکی کہ وہ قیاس جو باطل ہے وہ فروع دین کے ساتھ مربوط ہے نہ کہ اصول دین کے ساتھ (کیونکہ فروع دین امور تعبدی ہے اور استدلال کی چنداں احتیاج نہیں ہے۔)

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ اصول دین میں استدلالات کی اساس قیاس کے پایہ پر استوار ہوتی ہے۔ اب یہ لوگ جو درجات عقل و دین سے یوں بے

بہرہ ہیں لامحالہ چاہیے کہ وہ ابتدائی کتابوں کا مطالعہ کریں کہ وہاں وجود خدا کے اثبات کے لئے بچوں سے ایسا استدلال ہوا ہے جس طرح ایک میز کی ساخت کے لئے ایک نجار(بڑھئی) کی ضرورت ہوتی ہے اور میز اس وقت تک عرصہ وجود میں نہیں آ سکتاجب تک اس میں ایک صنعت گر کا عمل دخل نہ ہوا اسی طرح دستگاہ آفرینش کے لئے ایک صانع کا ہونا لازم آتا ہے اور موحدین اسی صانع کامل کو خدا کہتے ہیں اور یہ بھی قیاس ہی کی ایک نوع ہے۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

"افی اللہ شک فاطر السموات والارض"

یعنی آیا اس خدائے ذوالجلال کے وجود کے بارے میں تشکیک کو اپنایا جا سکتا ہے جو کہ زمین و آسمان کا تخلیق کنندہ ہے؟ یہ سبھی قیاس ہے اور قرآن مجید میں اس کی نظائر اور مثالیں کافی زیادہ ہیں اور ہر نو آموز ان سے مطلع ہے۔

تیسرا یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ امام فلاں فرشتہ کی طرح جہاں کا مدبر ہے .....

میں مودبانہ عرض کرتا ہوں کہ اس امر میں کوئی کلام نہیں ہے کہ آئمہ طاہرینؑ ولایت کلیہ و مطلقہ کے مالک ہیں اور اس باب میں شک و ریب اور تردید کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور اس ضمن میں قرآن مجید اور آثار اسلام

میں بہت زیادہ دلائل و براہین موجود ہیں لیکن معاندین کی چشم بصیرت ان دلائل کے ادراک سے عاجز ہے۔

"ولھم اعین لا یبصرون بھا"

شیعہ علماء کرام کی وہ مفصل کتب جو ایسے دلائل سے بھری پڑی ہیں وہ تو اپنی جگہ' اگر یہ لوگ اس کتاب مختصر ہی کا توجہ کے ساتھ اور بلا بغض و عناد مطالعہ کریں تو اس میں کافی دلائل پائیں گے............

چوتھی بات معترضین کی طرف سے یہ کہی جاتی ہے کہ رسولؐ اور امامؑ کے ساتھ ملک و خورشید کا قیاس' قیاس مع الفارق ہے جیسا کہ ملائکتہ اور خورشید کا فعل خدا کے ساتھ منسوب ہے اور رسولؐ اور امامؑ کا فعل خود ان کی اپنی ذات سے انتساب رکھتا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں اولا" رسول خداؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ ملک و خورشید کا قیاس ناقص ہے نہ کہ قیاس مع الفارق! قیاس مع الفارق تو اس جگہ ہوتا ہے جہاں دو چیزوں کے مابین تباین کلی ہو اور کسی قسم کا وجہ شبہ ان کے درمیان نہ پایا جائے' جبکہ یہاں یہ مسئلہ اس حقیقت کے یکسر برعکس ہے۔

تمام لوگ یہ حقیقت جانتے ہیں اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ملک یا خورشید میں سے ہر ایک دستگاہ خلقت کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے مثلا" اسرافیل صور پھونکنے کا وسیلہ ہے عزرائیل وسیلہ مرگ اور خورشید وسیلہ نور اور حرارت ہے اسی طرح قرآن کی تصریح اور روایات متواترات کی توضیح اور عقیدہ علمائے شیعہ کے مطابق آئمہ معصومینؑ وسیلہ اعظم اور خدا اور مخلوقات کے درمیان واسطہ اکبر ہیں۔

اس بنا پر اس مسئلہ میں حق تعالیٰ اور مخلوقات کے درمیان وجہ شبہ سب کا سب موضوع وساطت ہے جو کہ دونوں طرف موجود ہے پس اس سے ثابت ہوا یہ قیاس مع الفارق نہیں ہے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ دونوں طرف جامع اور اصطلاح منطقین میں حد اوسط موجود ہے نتیجتاً" ملائکہ اور آفتاب' وسائل ناقص ہیں لیکن محمدؐ و آلؑ محمدؐ وسیلہ اعظم اور خدا کا واسطہ اکبر ہیں۔ یہاں کامل پر قیاس ناقص ہے.....

پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ فعل ملائکہ و خورشید خدا کی طرف منسوب ہے اور فعل رسولؐ و امامؑ کا انتساب خود ان کی اپنی ذات کے ساتھ ہے' یہ سب غلط 'لغو اور اشتباہ ہے۔

اولاً" تمام افعال ملائکہ و آفتاب خدا کی طرف منسوب نہیں ہیں۔ مثلاً" خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

"واذقلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدو الا ابلیس۔ سورہ بقرہ۔ آیہ ۳۴

یعنی جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب سجدہ ریز ہو گئے مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔

اب اگر فعل ملائکہ کو ان کے کہنے کے مطابق ہم خدا کے ساتھ نسبت دیں تو یہ لازم آتا ہے کہ ہم یوں کہیں!

"آدمؑ کو خدا نے سجدہ کیا۔" اس تعبیر سے نہ فقط آیت کے معنی فاسد ہوتے ہیں بلکہ یہ بات موجب کفر بھی بنتی ہے ایک اور آیت میں ارشاد رب العزت ہے۔

"والشمس تجری لمستقر لہا۔سورہ آیہ ۳۸

یعنی "اور خورشید اپنے معینہ مدار میں ہمیشہ بغیر کسی اختلاف کے گردش میں مصروف ہے......"

اس مقام پر بھی ان کی غلط تعبیر اور استدلال کے مطابق یوں کہنا چاہیے کہ "خدا اپنے معین مدار میں حرکت پذیر ہے" یہ معنی بھی صحت سے خالی اور بر خلاف شرع و عقل ہے اس بناء پر یوں کہنا چاہیے کہ جہاں فرشتے اور تمام مظاہر وجود مخلوق تک اوامر الٰہی کے پہنچانے کا واسطہ ہوتے ہیں، وہاں ان کا فعل خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے یہ بات بالکل واضح ہے کہ جناب عزرائیل تو فقط ایک واسطہ ہیں اور امر ممات خدائے ایزدتعال کے دست قدرت میں ہے.... یا جبرئیل امین کا وحی لانے کا فعل یا بطن مادر میں جناب اسرافیل کا جنین کو روح پہنچانا ان موارد میں جس طرح خدا کی جانب سے فعل سرزد ہوتا ہے اور یہ ملائکہ فقط جنبہ توسط کے مالک ہیں اور احیاء واماتت کی حقیقی نسبت خدا کی جانب ہے اسی طرح حضرات معصومین جو کہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ اعظم ہیں خدائے تعالیٰ ان عظیم المرتبت ہستیوں کے اقوال و افعال کی نسبت خود اپنی ذات کے ساتھ رکھتا ہے مثلاً" سرکار دو عالمؐ کی گفتار اثر آفریں کے متعلق ارشاد ربانی ہے

"وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ"" سورہ نجم" آیہ 43)

یعنی رسولؐ خدا ہرگز اپنی نفسانی خواہش کے مطابق کلام نہیں کرتے۔

بلکہ جو بھی کہتے ہیں وہ وحی خدا ہوتا ہے۔ (یعنی کلام خدا ہے)

اس جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند عالم اپنے پیغمبرؐ کی گفتار کو اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے اور مسلمانوں میں یہ اعلان کرتا ہے کہ میرا حبیبؐ رسول اکرم جو بھی بات کرتا ہے وہ وحی خدا اور کلام خدا ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ خدائے متعال فعل رسولؐ کو اپنے ساتھ نسبت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وما رمیت واز رمیت ولکن اللہ رمی" (سورہ انفعال۔ آئیہ ۱۷)

یعنی اے ہمارے رسولؐ بدر کے دن بیابان کی جو ریت آپ نے مشرکوں کی طرف اچھالی اور جو ان کی شکست کا سبب بن گئی وہ ریت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ ہم نے اسے پھینکا ہے یہاں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے فعل رسولؐ کو صراحتاً اپنی ذات کے ساتھ نسبت دی ہے۔۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد زبانی ہے۔

"ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ......(سورہ فتح۔ آئیہ)

یعنی اے ہمارے رسولؐ! وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں حقیقت میں وہ خدا کی بیعت کر رہے ہیں......

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کی بیعت کو اپنی بیعت کہا ہے.... ذیل کی آیت میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

"یداللہ فوق ایدیھم....."

یعنی دست خدا ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے جبکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے اور سب کو بخوبی علم ہے کہ خدائے قدوس کی ذات جسمانیت سے مبرا و منزہ ہے اور وہ مخلوقات کی طرح اعضاء اور دست و پا نہیں رکھتی۔.....بلکہ اس آیہ شریفہ میں ید اللہ سے مراد آنحضرت سرکار دو عالمؐ کا ہاتھ تھا، جس کی لوگ بیعت کر رہے تھے اور خداوند عالم نے آنحضرت کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ کے ساتھ نسبت دی ہے۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت زیادہ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں خدائے تعالیٰ نے محمدؐ و آل محمدؐ کے گفتار و کردار اور بیعت حتیٰ کہ دست مبارک تک کی اپنے ساتھ نسبت دی ہے اور اس کتاب مختصر میں دیکھنے والے کے لئے صرف چند مثالیں لائی گئی ہیں اور ان نسبتوں کے دینے کی وجہ سے یہ ہے کہ خداوند عالم نے ان ہستیوں کو عالم خلقت میں اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان واسطہ اعظم قرار دیا اور کائنات میں ان کو ولایت کلیہ و مطلقہ کے منصب پر سرفراز فرمایا ہے۔۔

اعتراض چہارم

معترضین آیہ مبارکہ "النبی اولی بالمومنین من انفسہم" سے استدلال کرتے ہوئے یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ یہ آیت مومنوں پر رسول خداؐ کی اولیت کی صراحت کرتی ہے اور لوگوں پر آنحضرتؐ کی ولایت کو ثابت کرتی ہے۔ اور یہ سب کی سب ولایت تشریعی ہے اور اگر اس ولایت سے مراد ولایت تکوینی ہوتا تو خداوند عالم یوں فرماتا۔۔۔ النبی

اولی بالسموات والارض یا خدائے تعالیٰ یوں ارشاد فرمایا" النبی ولی کل شی"

جواب

میں عرض کرتا ہوں کہ اولا مشہور اور مسلم قاعدہ کے مطابق "اثبات شئی نفی ما عدا نمی کندیعنی مثلاً" اگر ہم کسی صفت یا حکم کو کسی شے یا شخص کے بارے میں اثبات کریں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی تمام صفات اور احکام اس شخص سے نفی ہو جائیں مثلاً" اگر صفت شجاعت کو زید کے لئے ثابت کیا گیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ " زید شجاع ہے "۔ مگر اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ زید عالم یا سخی نہیں ہو سکتا۔

یہ لغو اعتراضات اور بے محل ایرادات کو اٹھانے والے بیوقوف لوگ جس طرح قواعد علمی سے بے بہرہ ہیں اسی طرح انہوں نے ایک مرتبہ بھی قرآن کا بصیرت اور تدبر کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا ہے اگر ان لوگوں نے قرآن بھی پڑھا ہے تو سرسری اور طائرانہ طور پر اسی لئے ایسے اشتباہات اور عظیم خطاؤں کے مرتکب ہوتے ہیں اور لغزش کھاتے ہیں اور معصوم نوجوانوں کو بھی لغزش اور خطا سے دوچار کرتے ہیں اور اصول مذہب میں بے قاعدگی کی طرف مائل کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب خداوند عالم نے پیغمبر کی ولایت کو لوگوں پر ثابت کر دیا تو لامحالہ اس کے یہ معنی ہیں کہ رسول خدا جملہ مخلوقات پر ولایت نہیں رکھتے۔

یہ بے خبر اتنا نہیں جانتے کہ اشرف المخلوقات بشر پر حضرات معصومینؑ کی ولایت کا ثابت ہونا باقی مخلوقات و موجودات پر ان کی ولایت کے اثبات کے منافی نہیں ہے جبکہ یہ بات واضح ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور باقی تمام مخلوقات بشر سے کمتر درجہ کی مالک ہیں۔ اور پھر اگر ان کا یہ احمقانہ استدلال درست مان لیا جائے تو عین یہی اعتراض رب جلیل کی ذات پر بھی وارد ہوتا ہے جو کہ مسلما" تمام عالمین پر ولایت کلیہ کا مالک ہے۔

وہ آیات جن کے ظاہری مفہوم کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے یہ لوگ عوام و خلقت پر معصومین کی ولایت کلیہ کی نفی ثابت کرتے ہیں۔ ان آیات کی نظائر خدا کے بارے میں بھی تو نازل ہوئی ہیں

خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

"اللہ ولی الذین آمنو" (سورہ بقرہ۔ آیہ ۲۵۷)

یعنی خدا ایمان لانے والوں کا ولی ہے پس یہاں ان بے وقوفوں کے استدلال کی بناء پر جب خالق ارض و سماء نے اس آیت میں مومنین پر اپنی ولایت کو ثابت کر دیا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ باقی موجودات پر خدا کی ولایت ممکن نہیں العیاذ باللہ

اب یہ لوگ جو کہ فہم قرآن کے دعویدار ہیں ان کے جواب کا نقض خود ان کو قرآن سے مل جاتا ہے اشکال تراشی اور تنقید کے وقت ان کے بغض اہل بیتؑ نے ان کے بے فروغ دیدوں کو یوں کور زدہ کیا ہے کہ یہ قرآن کی آیہ مبارکہ "اللہ ولی الذین آمنوا" کو ہی فراموش کر بیٹھے ہیں جو کہ ان کے اعتراض کا مسکت جواب ہے اور قرآن کی ایسی مشہور و معروف

آیت ہے جس کو ہر پیر و زن یاد رکھتا ہے اور آیتہ الکرسی کے ضمن میں روزانہ دو چار مرتبہ ضرور تلاوت کرتا ہے۔

ثانیاً" اگر یہ کہا جائے کہ زمین و آسمان پر ولایت خدا دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے پایہ ثبوت تک پہنچی ہے تو ہم کب انکار کرتے ہیں' بلکہ ہم تو اسے قبول کرتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے۔

مگر اس بات کو بھی تسلیم کر لینا چاہیے کہ خداوند عالم نے رسول اکرمؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی ولایت کو بھی تمام کائنات اور اہل جہاں پر قرآن حکیم کی آیات میں ثابت فرما دیا ہے اس ضمن میں ہمارے پاس ثبوت کے لئے کافی آیات موجود ہیں۔

منجملہ ایک آیت میں ارشاد ربانی ہے۔

"وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین"۔ (سورہ انبیاء۔ آیہ نمبر ۱۰۷)

یعنی اے ہمارے رسولؐ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر اس آیت میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ختمی المرتبتؐ کے رحمت ہونے کو اللہ تعالیٰ فقط مومنین پر ہی محدود نہیں رکھتا بلکہ تمام عالمین کے لئے آنحضرتؐ کی رحمت کا اعلان کرتا ہے اور یہ رحمت تو خود درجات ولایت میں سے ہے بلکہ نفس ولایت کلیہ ہے۔

اور اس سے بہتر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی وہ ولایت جس کا قرآن میں اپنے لئے اثبات کیا ہے۔ اسی طرح رسول خدا اور آئمہ طاہرینؑ کی ولایت کا بھی اثبات کیا ہے....چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔

"انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا"

اس آیت میں خداوند عالم ہر قسم کی وہ ولایت جس کا اپنے لئے اثبات فرماتا ہے بعینہ اس ولایت کا محمدؐ و آلؑ محمدؐ کے لئے بھی اثبات کرتا ہے....اور قواعد ادب عربی کے مطابق واوٗ عطف اپنے ماقبل کے حکم کو ہو بہو اپنے مابعد کے لئے نقل کرتی ہے اور جس طرح تمام مخلوقات پر خدائے ذوالجلال کی ولایت ' ولایت عامہ و مطلقہ ہے اسی طرح رسولؐ خدا اور آئمہؑ اطہار کی ولایت تمام اسالیب اوور دساتیر کے مطابق تمام اہل جہان پر ولایت عامہ و مطلقہ کے حکم میں ہے نتیجتاً" یہ ولایت خداوند عالم میں بالذات و بالا صالہ ہے اور حضرات معصومینؑ میں بالتبع اور خدا کے اذن و تعیین کے ساتھ

اعتراض پنجم

خود ساختہ عرفان و معرفت کے پیش نظریہ عقیدہ رکھا جا رہا ہے کہ امام ولایت کلیہ الٰہی کا مالک ہے آخر یہ تو پوچھنا چاہیے کہ اس عقیدہ کی دلیل کیا ہے جبکہ ایسی کوئی چیز شرع سے نہیں پہنچی ہے اگر کوئی فروع دین میں اپنی طرف سے کوئی نظریہ پیش کرے تو اسے منع کیا جاتا ہے اور یہ لوگ اصول دین میں جو کچھ مرضی ذاتی نظریات و اعتقادات پیش کرتے رہیں ان کو کوئی روکنے والا ہی نہیں ہے؟

جواب

میں عرض کرتا ہوں کہ لوگ مطلق نہیں جانتے اور جاننا بھی نہیں چاہتے کہ وہ تمام آیات و روایات جو کہ اہل بیت عصمتؑ کی ولایت کلیہ کے

اثبات میں وارد ہوئی ہیں ان لوگوں نے ان کو تمسخر اور استہزاء سے "عرفان بافی" کہہ ڈالا ہے۔

اولاً" عرفان مثبت و حقیقی صحیح مذہبی اعتقادات کی اساس ہے اور یہ نص آیہ مبارکہ

" وما خلقت الجن والانس الالیعبدون "(سورۃ الذاریات۔ آیہ ۵۶)

اور تفسیر آئمہ طاہرینؑ کے مطابق جن وانس کی خلقت کی علت غائی سب کی سب عرفان یعنی معرفت ہے اور تعجب خیزبات یہ ہے کہ محمدؐ وآلؑ محمدؐ کی ولایت کلیہ کے لئے ہم سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ اہل بیت کی احادیث و تفاسیر کے ساتھ ان کو کوئی تعلق ہے علماء شیعہ کی کسی کتاب کی طرف انہوں نے رجوع نہیں کیا ہے اور اسی طرح کسی شیعہ محدث کی مجلس ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو چاہیے کہ وہ اہل انصاف اہل سنت و الجماعت کی کتابوں کا ہی مطالعہ کریں۔

آئمہ طاہرینؑ کی ولایت کلیہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جو دلائل آثار کی اتنی بہتات اور توافر کے باوجود کسی کے لئے مخفی رہ سکے ' اس مسئلہ کو دلیل و برہان کی احتیاج نہیں ہے ...... دین کے مقدس پیشواؤں کی ولایت کلیہ و مطلقہ آفتاب عالمتاب کی طرح روشن و آشکار اور عالمگیر حیثیت کی حامل ہے۔

ایک ہزار چار سو سال کی طویل مدت گذر گئی ہے کہ نام علیؑ ولایت کلیہ

کے ساتھ مقارن ہے۔ دوست اور دشمن نے علیؑ کو ولایت کا سرتاج سمجھ کر پہچان لیا ہے .... اور یہ بیوقوف ابھی دلیل کا مطالبہ کر رہے ہیں معلوم نہیں خود کو دھوکہ دے رہے ہیں یا واقعی مسلمہ حقائق سے بے بہرہ ہیں یا چودہ صدیاں خود کو خواب غفلت میں مستغرق رکھا ہے۔

یہ خود عالم شہود میں ہے اور عالم معنی میں علی ابن ابی طالبؑ کا وجود مسعود تمام لوگوں سے پہلے خلقت پذیر ہوا اور روز اول سے ہی خدائے ذوالجلال کی طرف سے ولایت کلیہ کے پرشکوہ مرتبہ پر سرفراز ہوا ہے ان کا یہ کہنا کہ جو فروع دین میں ذاتی تانے بانے بنتا رہے اس کو روکا جاتا ہے اور جو کوئی اصول دین میں ایسا کرے اسے کوئی مانع نہیں! میں عرض کرتا ہوں کہ ان کا یہ استدلال غلط اور لغو ہے اور اس کے مدعی فقط وہی ہو سکتے ہیں۔

شیعوں کے عقیدہ کے مطابق اسلام کے مقدس احکام میں کیا اصول اور کیا فروع۔ کسی کو ان میں ' ذاتی تانا بانا بننے کا حق نہیں ہے۔ ہمارے تمام عقائد قرآن اور قرآن کے عالی مقام اساتذہ یعنی محمدؐ و آلؑ محمدؐ کی احادیث سے ماخوذ ہیں۔ شیعان علیؑ نے اصول و فروع میں جو بھی کہا ہے وہ محمدؐ و آلؑ محمدؐ کے مکتب سے اخذ کر کے اور اقتباس کے طور پر کہا ہے اور اپنی طرف سے ان میں ایک نقطہ کی کمی بیشی نہیں کی ہے۔

ان اعتراض کرنے والوں کو محنت کے ساتھ بزرگان شیعہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارے عظیم المرتبت علماء نے ایک حکم جزئی کے اخراج میں کتنی محنت اور مساعی کا اصراف کیا ہے لیکن یہ بے چارے مکتب آل محمدؐ کی تبعیت کو ذاتی "تانا بانا" کہہ رہے ہیں۔

از نظر حقیقت دیکھیں تو ان لوگوں نے اپنی دانست میں جو بہت بڑا اعتراض اٹھایا ہے یہ خود انہیں پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ مراجع علمی کا اتفاق ہے کہ فروع دین میں کسی مسئلہ کے اثبات میں ایک یا حد دو خبریں کافی ہوتی ہیں۔ اس صورت میں کہ بیشتر اصحاب نے تو خبر واحد پر بھی اکتفا کیا ہے ان لوگوں کی حالت اب کتنی پتلی ہو گئی ہے کہ فروع دین میں تو حکم شرعی کے اثبات کے لئے خبر واحد پر بھی عمل ہوتا ہے لیکن آئمہ طاہرینؑ کی ولایت مطلقہ کے اثبات کی خصوصیت میں سینکڑوں صحیح اور متواتر خبروں پر ان لوگوں کو نظر نہیں پڑتی اور نہایت جسارت کے ساتھ ہم پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ شیعہ سنی معتبر کتب میں نقل شدہ احادیث متواترہ تو اپنی جگہ آپ کے ہاتھوں میں موجود اسی فصل میں محمدؐ و آلؑ محمدؐ کی ولایت کلیہ کے بارے میں تیس سے زائد احادیث نقل ہوئی ہیں مگر یہ لوگ ان احادیث کا مطالعہ تو کرتے نہیں ہیں پھر بھی الٹا ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اگر فروع دین میں ان کی اسناد خبر ہے تو یہ بھی خبر ہے اگر وہ بھی معصوم سے لی گئی ہیں تو یہ بھی معصوم سے لی گئی ہیں ۔ اگر ان احادیث کے راوی آئمہ طاہرینؑ کے اصحاب ہیں تو ان احادیث کے راوی بھی آئمہ طاہرینؑ کے موثق اصحاب ہیں۔۔ اگر وہ روایات شیعہ کی معتبر کتب میں مذکور ہیں تو ان کا بھی معتبر کتب شیعہ میں ذکر ہوا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ آخر ان دو خبروں میں کیا تفاوت ہے یہ بے خبر ایک

طرح کی احادیث کو تو قبول کر لیتے ہیں اور وہ احادیث جن میں آئمہ اطہار کے مقامات اور فضیلت کی وضاحت ہو' ان کو رد کرتے ہیں۔

" افتو منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک الاخزی فی الحیواۃ الدنیا و یوم القیامتہ یردون الٰی اشد العذاب وماالله بغافل عما تعملون۔ (سورہ بقرہ آیہ ۸۵)

یہاں صرف ایک نکتہ ہے اور وہی باقی تمام نکات کا موجب ہے اور وہ یہ کہ وہ احادیث و اخبار جو کہ آل ؑ محمدؐ کے درجات کی شرح کے لئے وارد ہوئی ہیں یہ لوگ ان کو بغض و عناد کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لوگ نہیں چاہتے کہ مقامات اہل بیتؑ عالم میں پھیل جائیں۔

ان کی خواہش تو یہ ہے کہ شیعان حیدر کرار کا مقدس ادارہ جو کہ اہل بیت اطہارؑ کے مقامات و درجات اور فضائل و مناقب کا ناشر ہے اور بقول ان لوگوں کے "بحمد اللہ" روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہمہ وقت نور افشانی کر رہا ہے یہ معطل ہو جائے اور اس کی نشریات مسدود ہو جائیں اوراس کی جگہ وسواس الخناس سے اقتباس کردہ ان کی یا وہ سرائیوں اور لغو گوئیوں کو جگہ مل جائے۔

لیکن ہیہات' ان کے پیشرو باوجود تمام طرح کی مقدرت اور سطوت اور نبی امیہ وعباسیہ کی پشت پناہی کے ایسا کام نہیں کر سکے اور اپنی خام آرزوؤں کی تکمیل نہ کر سکے اور ان کی دوکانیں ابتدائی ایام ہی میں تاخت و تاراج ہوگئیں۔ ان کے مقابلے ان مساکین کی کیا بساط جامعہ اسلام میں جن کے

لئے کوئی جگہ نہیں اور سب کے سب راندہ درگاہ ہو چکے ہیں

وہ چاہتے ہیں کہ شیعہ کی معتبر کتب جو کہ مقامات وفضائل آل محمد علیہم السلام پر مشتمل ہیں' درمیان سے اٹھ جائیں اور وہ احادیث نورانیہ جو کہ دین کے مقدس پیشواؤں کے افق لب سے طلوع ہوئی ہیں اور جنہوں نے دنیائے علم وعرفان کو تب و تابش اور ضیاء بخشی ہے۔ یہ ان کی جہالت کی تاریکیوں میں نیست ونابود ہوجائیں لیکن نور کبھی بھی ظلمت سے مغلوب نہیں ہوا ہے۔ کتنی خوش بختی ہے کہ اس عصر درخشاں اور علم ودانش کی اس نورانی دنیا میں شیعہ کی کتب روز افزوں ترقی کر رہی ہیں اور سینکڑوں' ہزاروں گراں بہا اور قابل قدر کتابوں کے نسخے گوناگوں اور مختلف زبانوں میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ افروز ہو رہے ہیں اور تمام اہل جہاں کے لئے استفادہ منبع قرار پا رہے ہیں۔

ان لوگوں کی منشاء تو یہ ہے کہ کوئی شخص مشاہد مقدسہ کی زیارت کے لئے نہ جائے اور شاید یہ خیال خام اور جنون ناتمام ان کے اذہان میں پنپ رہا ہو کہ وہ مطہر وپاک گنبد اور روضات مسمار ہوجائیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں آئمہ طاہرینؑ کے مشاہد مقدسہ کے زائرین کی تعداد یوماً بڑھ رہی ہے اور ہر طبقہ سے شاہ گدا' ادنیٰ واعلیٰ' ثروت مند وحاجتمند ہزاروں کی تعداد میں روزانہ ان اماکن الٰہی کے آستانوں میں محبت واخلاص سے معمور دل لے کر اور پرنم واشکبار آنکھوں اور پاک وصاف اور مشتاق و بے قرار روحوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور ان مقدس پیشواؤں کو خدا کی بارگاہ میں شفیع اور وسیلہ مانتے ہوئے اپنی حاجات اور خواہشات کی تکمیل کرواتے ہیں اور اس

کے بعد گھروں کو مراجعت کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے تو یہ مذموم عزائم اور ناپاک خواہشات ہیں کہ محمد و آلؑ محمد علیہم السلام کے ذکر فضائل کی مجالس اور خامس آل عبا، مظلوم کربلا کے عزاخانوں کو بند کر دیا جائے۔ لیکن روز بروز ان مجالس کی اہمیت اور وسعت دنیا میں زیادہ ہو رہی ہے اور امیر المومنینؑ کے مخلص اور وفاکیش شیعہ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے دوسرے لاکھوں روپوں کے خرچ سے مختلف اطراف عالم میں بڑے بڑے عظیم الشان اور پرشکوہ امام بارگائیں اور عزاخانے بنوا رہے ہیں اوران عظیم مقدس مقامات میں اہل بیتؑ کے فضائل ومناقب کا ذکر ہوتا ہے اور اسلاف نابکار کے ان مظالم کو کھول کھول کر بیان کیا جاتا ہے جنھوں نے نواسہؑ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگر گوشہ بتولؑ پر ظلم وستم روا رکھا۔

آخر الامران کے دل تو شیطانی مقاصد سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ لوگ اپنے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کا نقشہ بناتے ہی رہیں گے لیکن ان بے وقوف معاندوں کو اتنی تو خبر ہونی چاہیئے کہ خدائے ذوالجلال نے تمام ادوار مین تاریخ میں ان کے نقشوں کو کس طرح نقش بر آب بنایا ہے اور اسلام کے صدر اول میں ان کے بھائی بندوں کو کیا مسکت اور جامع جواب دیا ہے اور واشگاف لفظوں میں قرآن مجید کے اوراق مبارکہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ

"یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون" (سورہ صف۔ آیت 8)

یعنی ان کافروں کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ نور خدا کو اپنی گفتار باطل سے بجھا دیں۔ لیکن خدا اپنے نور کو تمام کرے گا۔ اگرچہ یہ کافروں کے لئے غبار کے لئے غبار خاطر ہی کیوں نہ ہو؟ ـــــــ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اعتراض ششم

اگر ولایت کلیہ ومطلقہ ملکیت امام ہے تو پھر اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ خدا کے لئے کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

جواب

مین عرض کرتا ہوں کہ اولا" ان لوگوں کی اتنی استعداد کہاں سے ہوگئی؟ کہ قدرت خدا جیسی بے منتہا چیز کو انہوں نے محیط کر دیا ہے اور مقام ولایت کلیہ کے ثبوت کے ساتھ آئمہ طاہرینؑ پر فورا" یہ حکم لگا دیا کہ اس سے تو خدا کے لئے کوئی چیز بھی باقی نہیں بچتی مگر ان لوگوں سے اتنا پوچھنا چاہئے کہ ان کی اتنی بساط کہاں؟ کہ وہ تمام ذاتیات ومقامات خدا وندی کا احاطہ کریں؟ ـــــــ ان لوگوں کا خیال ہے محمد و آلؑ محمد علیہم السلام کو نعمت ولایت عطا کرنے سے خزائن الٰہی خالی ہوجاتے ہیں اور خود خدا کے لئے

کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اگر ان بیچاروں کا عقیدہ توحید اس درجہ ضعیف ہے اور ان لوگوں نے خدا کی قدرت کو اس قدر بے مایہ تصور کر رکھا ہے کہ اپنے اولیاء کو ایک مقام عطا کرنے سے خدا کے پاس کچھ نہیں بچتا اور وہ تہی دست ہوجاتا ہے تو پھر چاہئے کہ اس بحث کو الگ رکھ دیا جائے اور ان

ضعیف الاعتقادوں کو توحید اور خدا شناسی کا سبق از سر نو پڑھایا جائے ان کو ابھی اتنی خبر نہیں ہو سکی کہ خدا کی قدرت ایسی بے مایہ نہیں ہے کہ اس کا حاطہ کیا جا سکے اور کوئی اس میں دخل وتصرف کی راہ نکالتا رہے اور خدا کی لامنتہا قدرت کے لئے حدود اور کم وکیف کا اعتقاد رکھے!

ثانیا ـــ اگرچہ محمد و آلؑ محمد علیھم السلام منجانب اللہ ولایت کلیہ کے پرافتخار منصب پر جلوہ افروز ہیں اور امرالٰہی سے کائنات میں حق تصرف کے بھی حامل ہیں لیکن کچھ بھی ہو وہ پھر بھی مخلوق خدا ہیں اور خدا کے پاک بندے ہیں اور خدا کے لئے مقام عظمت ہے کہ اس نے ایسے کامل اور معصوم بندوں کو تخلیق کیا ہے

ثالثاً ـــ ان کے اعتراض کا مقصد یہ ہے کہ ہم تفویض باطل کے قائل ہوجائیں اور یوں کہنا شروع کر دیں کہ خدا ذوالجلال نے محمد و آلؑ محمد علیہم السلام کو خلق فرمایا اور امر وجود وخلقت اور رزق وغیرہ ان پر واگزار کر دیا اور وہ بھی بغیر دخل خدا کے مگر یہی تو عقیدہ کفر' شرک اور بطلان سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر ہم شیعان حیدر کرار اس عقیدہ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ حضرات معصومینؑ کی ولایت کلیہ کے قائل اس عقیدہ سے یکسر متضاد عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کے معتقد ہیں کہ عالم خلقت اور جہان ہستی میں فاعل علی الاطلاق اور مدبر بالاستقلال صرف خدا وند عالم کی ذات گرامی ہے"لاموثر فی الوجود الا اللّٰہ" لیکن خداوند عالم نے جس طرح محمد و آلؑ محمد علیہم السلام کو عالم تشریع یعنی اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان علوم واحکام کے ایصال کا واسطہ قرار دیا ہے اسی طرح ان عظیم المرتبت ہستیوں کو عالم تکوین میں بھی اپنے بندوں تک اپنی رحمت اور فیوضات کے ایصال کے لئے معین فرمایا ہے اور یہ ایسا عقیدہ ہے کہ قرآن وعقل اور احادیث مبارکہ جس کی مصدق وموید ہیں۔ ایک مسلمان کو کبھی بھی اس میں

اشکال اور تردید نہیں ہو سکتی اور اہل بصیرت اور اہل تحقیق کے لئے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ توحید کامل بھی اسی راہ سے میسر آتی ہے ----

اعتراض ہفتم

ساتواں اعتراض یہ ہے کہ آیہ مبارکہ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" کے معانی یوں ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انبیاء گزشتہ کی مانند سوائے عنوان رسالت کے کچھ نہیں اور تمام لوگ اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ انبیاء گزشتہ کی ولایت تشریعی تھی نہ کہ تکوینی -----

جواب

میں عرض کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے آیت قرآن کی اپنی خواہش نفس اور شان نزول کو بیان کیے بغیر تفسیر بالرائے کر ڈالی ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر اس آیت میں مقصود الٰہی کو یکسر برعکس پیش کیا ہے ان لوگوں کو چاہیئے کہ شیعہ کی متقدمین ومتاخرین معتبر تفاسیر کا غور سے مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کسی ایک تفسیر میں بھی ان کے بغیر دلیل غلط استدلال اور معانی کا وجود بھی نہیں ہے۔ جن کو ان لوگوں نے خود سرانہ طور پر ذکر کیا ہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے آیت کا ترجمہ کرتے وقت دیانت کا دیوالیہ نکال دیا اور پاس ادب بھی نہ کیا اور بالکل غلط ترجمہ کر ڈالا۔

ذیل میں محترم قارئین کی خدمت میں اس آیہ مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور تفسیر پیش کی جا رہی ہے تاکہ حقیقت واضح اور روشن ہوجائے۔

"وسیہ روی شدد کہ دراو غش باشد"

آیہ مبارکہ یہ ہے

"وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن

مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضر اللہ شیاً وسیجزی اللہ الشاکرین(سورہ آل عمران آیت 144)

ترجمہ اور نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر خدا کی جانب سے رسول کہ اس سے پہلے بھی رسول تھے اور وہ اس جہان سے گزر گئے۔ آیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم دوبارہ اپنے دین جاہلیت کی طرف عود کر جاؤں گے؟ پس جو بھی مرتد ہوگا تو وہ خدا کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا بلکہ وہ خود کو گھاٹے میں ڈالے گا اور جو کوئی بھی نعمت دین کا شکر گزار ہوگا اور اسلام میں ثابت قدم رہے گا تو خدا شکر گزاروں کو عنقریب اچھی جزا دے گا۔

شان نزول

جملہ مفسرین نے اس آیت کی وجہ نزول یوں رقم کی ہے۔

"جب میدان احد میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان زبردست معرکہ پڑا اور یہ جنگ غنایم میں حرص وطمع کی مناسبت اور بعض ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کی کوتاہ فکری سے ظاہراً" مسلمانوں کے لئے شکست اور نقصان کا باعث ہوئی تو اثناء جنگ میں جناب سرکار دو عالم کی ذات مبارک پر ایک صدمہ وارد ہوا اور مشرکین نے اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا ہے مشرکوں کی اس جنگی تدبیر اور دھوکہ دہی نے اسلام کے جانبازوں کی عالی ہمتی پر گہرا اثر دکھایا۔

جب منافقوں کی ایک جماعت نے یہ خبر سنی تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مارے گئے ہیں تو ہمارا دین اسلام میں رہنا اور مشرکوں سے برسرپیکار رہنا کیا سود مند ہے؟"

حتیٰ کہ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل وزیراسبق فرہنگ مصراور تمام شیعہ سنی

مورخین کے نوشتہ کے مطابق ضعیف الاعتقادوں کی ایک جماعت پہاڑ کی طرف چلی گئی۔ ۱

اور جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور پیغمبر اسلام کے اردگرد سوائے اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ اور ابودجانہ کے کوئی باقی نہ رہا اور اسی مناسبت سے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور خداوند لایزال نے ان لوگوں کو جو اپنے دین سے مرتد اور جنگ سے دستکش ہوگئے خطاب فرماتے ہوئے کہا "رسول خدا ﷺ پیغمبر ہیں۔ ان سے قبل بھی پیغمبر تھے اور وہ اس جہاں سے گزر گئے۔ اگر پیغمبر اسلام بھی مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو کیا تم پھر جاہلیت کی روشوں کی طرف پلٹ جاؤ گے اور کفر کے طوق گلے میں ڈال لو گے"

اب ملاحظہ کیجئے اس آیت کی وجہ نزول، آنحضرت سرکار دو عالم ﷺ کی وفات یا شہادت کی مشہوری کی وجہ ہے۔ جب ایک گروہ منافقین نے شہادت کی اس خبر مشہوری کو سند قرار دیتے ہوئے چاہا کہ لوگوں کو دوبارہ کفر والحاد کی طرف دھکیلا جائے اور انہیں مائل بہ ارتداد کیا جائے۔

خداوند دو جہاں نے ان کی اس سند کو قطع کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔

"جس طرح انبیاء گزشتہ دنیا سے گزر گئے اور ان کی رحلت سے ان کا دین باطل نہ ہوا اور ان کی تابعین کفر وارتداد کی طرف راجع نہ ہوئے تو اسی طرح بالفرض اگر رسول کریم ﷺ جام شہادت نوش کرجائیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم پچھلے قدموں واپس لوٹ جاؤ اور دوبارہ جاہلیت اور کفر کی راہ اپنا لو۔۔۔۔"

اس بناء پر اس آیت میں ایک اہم اور خاص نکتہ بیان ہوا ہے اور جس سے رسول اللہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے فرائض اور وظائف کا پتہ چلتا

۱ حیات محمد صفحہ ۲۵۶ طبع اول ۱۹۳۶ء ۲ تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۳۵۹ مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵۱۳
۳ تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۴۶۸

ہے یعنی جس طرح ادیان گزشتہ اپنے پیغمبروں کی وفات یا شہادت سے ختم نہیں ہوگئے اور ان کی تبعیت اور پیروی کرنے والے دوبارہ مرتد اور کافر نہیں ہوگئے' اسی طرح مسلمانوں کو بھی نہ چاہئے کہ رسول خدا کی وفات پیش آنے کی صورت میں وہ اپنے ادیان میں متزلزل و منقلب ہوجائیں اور اسلام کو دین منسوخ تصور کرلیں ـــــ بلکہ ایک دن جب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے درمیان سے اٹھ بھی جائے تو اسلام کا مقدس دین اپنے استحکام اور پائیداری میں باقی رہے گا۔

اس آیت مبارکہ کے دو فوائد برآمد ہوئے۔ ایک تو یہ کہ اس آیت نے معرکہ بدر کے روز اسلام کے جانبازوں کی عالی ہمتی کو مزید تقویت اور ثبات بخشا' دوسرا منافقین کی زبانوں کو بند کردیا جن سے وہ کام لے کر لوگوں کو کفر وارتداد کی تشویش وترغیب دلاتے تھے اور یہ ایک سبق بھی ثابت ہوا کہ منافقین رسول اللہ کی رحلت کے بہانے لوگوں کو دوبارہ جاہلیت اور شرک کی طرف دعوت نہ دے سکیں۔

اب منصفانہ فیصلہ فرمائیں کہ اس آیت کے کون سے حصے سے ان بے ادبوں کی رکیک اور فضول تفسیر کو اثبات ملتا ہے۔ کیا جسارت ہے کہ نہایت ڈھٹائی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ "پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسلام بھی انبیاء گزشتہ کی مانند سوائے عنوان رسالت کے کچھ نہیں رکھتے" اور وہ بھی اس صورت میں کہ جملہ مسلمانان عالم کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی کچھ ایسے روشن اور نمایاں امتیازات وعنوانات کی مالک تھی کہ انبیاء گزشتہ میں سے کوئی پیغمبر بھی ان کا حامل نہ تھا۔

اولاً ـــــ احادیث شریفہ اور آیات مبارکہ وضاحت کرتی ہیں کہ آقائے نامدار سرکار دو عالم کو خاتم الانبیاء ہونے کا ایسا امتیاز اور اعزاز حاصل تھا کہ انبیاء سلف اس امتیاز آسمانی سے بے بہرہ ہیں۔ یعنی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تمام انبیاء کی خاتم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی منصب نبوت پر جلوہ افروز ومبعوث نہ ہوگا۔

محمد رسول اللہ وخاتم النبیین

ثانیاً" ----- بمطابق اجماع مسلمین ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت' رسالت عامہ و مطلقہ ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا وند لایزال کی طرف سے پہلے برگزیدہ چنیدہ ہوئے تب جا کر اہل عالم کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و پیشوا بنے--- جبکہ انبیاء سلف کی رسالت رسالت خاصہ تھی اور محدود تھی--- مثلاً" جناب ابراہیم علیہ السلام ایک معدود و محدود جماعت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور اسی طرح جناب عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام فقط بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے منصب رسالت پر جلوہ گر ہوئے تھے اور باقی انبیاء گزشتہ بھی اسی حقیت پر پورا اترتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم الشان رسالت کا دائرہ لامحدود اور تمام اہل عالم کے لئے ہے۔ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامہ کو تمام اہل عالم کے لئے ان الفاظ میں ثابت فرمایا ہے۔

"تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا"" (سورہ فرقان آیت ۱)

یعنی بزرگ ہے وہ خدائے برتر کہ قرآن کو اپنے بندے (یعنی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمایا تاکہ تمام اہل عالم کی راہنمائی کرے۔ " عالمین" یعنی تمام اہل دنیا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ربانی ہے۔

"ومارسلناک الا رحمتہ للعالمین" (سورہ انبیاء آیت 107)

یعنی اے رسول ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ آپ تمام اہل جہان کے لئے رحمت ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل جہان پر رحمت یا رسول ہونا

ایک ایسا رتبہ اور امتیاز ہے کہ یہ فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات گرای کے لئے مخصوص ہے اور کوئی پیغمبر انبیاء گزشتہ میں سے اس امتیاز واعزاز میں شریک نہیں ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ عالمین یا تمام اہل جہان کا اطلاق ماسوائے اللہ تمام خلقت اور موجودات پر ہوتا ہے اس بناء پر پیغمبر اسلام ایک ایسا امتیاز مخصوص رکھتے ہیں کہ اگلے اور پچھلوں میں سے کوئی بھی شریک و سہیم نہیں ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت رسالت عامہ ومطلقہ کے بلند مقام پر بھی فائز ہیں اور اس موضوع کے اثبات میں ہماری گواہی اور دلیل قرآن کی صریح آیات اور اجماع مسلمین سے حاصل ہوتی ہے اور ان نام نہاد معترض مسلمانوں کی یا وہ گوئی قرآن کی صریح آیات کے خلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرتبت ومنزلت کے باب میں مروجہ جسارت اور بے ادبی کا ارتکاب ہے۔

اگرچہ ؎

بر دامن کبریاش ننشیند گردی

اور جو یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ گزشتہ انبیاء کی نبوت فقط تشریعی تھی اور اس سے ولایت تکوینی کا فقدان ہو جاتا ہے' یہ بھی ایک غلط اور غیر مناسب دعویٰ ہے اور خلاف قرآن وحدیث ہے اور فرامین معصومینؑ کے بھی خلاف ہے۔

میں مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر ان کے کہنے کے مطابق انبیاء گزشتہ کی رسالت فقط تشریعی تھی اور ولایت تکوینی سے وہ بے بہرہ تھے تو امور کونیہ میں تصرفات' خارق العادات اور تعجب خیز عوامل کا ان سے ظہور نہیں ہو سکتا تھا۔

اور خدائے ذوالجلال بعض تکوینیات اور بعض موجودات پر ان کے تصرف وتسلط کا صریح ذکر قرآن مجید میں نہ فرماتا۔

نہایت افسوس اور مقام تاسف ہے کہ یہ لوگ فہم قرآن کے اپنے تمام دعووں میں اور حتیٰ کہ آسمانی صحیفے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں خود کو مستقل اور آئمہ طاہرینؑ سے بے نیاز خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ حقیقتاً" قرآن مجید اور کتاب مبین کے اساتذہ ہیں اور یہ لوگ اپنے اسلاف کی طرح "کفانا کتاب اللہ" لاف زنی کرتے ہیں۔ لیکن عند المعارضہ قرآن کے معانی ومفاہیم سے اس طرح عدم واقفیت کا ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ قرآن کے حکیم کے ظاہری مفاہیم کے اوراک سے بھی عاجز آجاتے ہیں اور ایک باخبر ذی آگہی شخص کے سامنے یہ تصور ابھرتا ہے کہ ان لوگوں نے ایک مرتبہ بھی کتاب الٰہی کو تدبر وعقل اور از روئے فہم تلاوت نہیں کیا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ایسی عظیم خطاؤں اور لغزشوں سے دوچار نہ ہوتے اور اپنے سے پہلے سادہ لوح اور بے خبر عوام کو گمراہ اور دین مقدس سے نہ بھٹکاتے۔

آیا ان لوگوں نے قرآن حکیم میں جناب سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی داستان کا مطالعہ نہیں کیا ہے اور نہیں دیکھا ہے کہ خدائے مہربان نے جناب سلیمان علیہ السلام کو کتنی فوق العادہ قدرت عنایت فرمائی تھی ــــــ کہ وہ اپنی انگوٹھی سے جو کہ ولائیت کا ایک جز تھی تمام خلقت پر تصرف فرماتے تھے اور جناب کا بہت سے امور تکوینیہ میں نفاذ وجریان تھا۔

اب ذیل کی آیات کو قرآن حکیم سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے عقائد میں تجدید کی نظر دوڑائیں اور قرآن کے مطابق اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں اور دین کے مقدس پیشواؤں کے بارے میں از روئے نادانی وجہالت اپنی نشریات باطلہ سے استفادہ نہ کریں۔

جناب سلیمان علیہ السلام کا جنوں ،شیطانوں اور ہواؤں پر تسلط وتصرف تھا اور ان کی ولایت برہمہ موجودات تھی اور تمام مخلوقات ان کی تابع فرمان

تھیں جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

"فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاحیث اصاب۔ والشیاطین کل بناءٍ وغواص ؤاخرین مقرنین فی الاصفاد" (سورہ ص 36‘37‘38)

یعنی ہم نے ہوا کو (سلیمان بن داؤد) کے تابع فرمان کر دیا تاکہ ان کے حکم سے اس کی منشاء کے مطابق آرام سے چلے اور ہم نے ان شیطانوں اور دیوؤں کو بھی اس کے تابع امر کر دیا جو کہ بلند فصیلیں بنایا کرتے تھے اور دریاؤں سے گراں بہا جواہرات نکالا کرتے تھے اور ہم نے بعض شیطانوں کو انہی کے ہاتھ سے زنجیروں میں جکڑ کر کھینچوایا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا جائزہ لیجئے! یہ حقیقت نہایت کھلے انداز میں ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر امر اور سلیمان بن داؤد کے تابع فرمان بنا دیا تھا۔ اس لئے جناب سلیمانؑ جس سمت کا تعین فرما دیتے ہوا اسی جانب کا رخ دھار لیتی تھی۔ خشکی وتری میں دیوؤں اور شیطانوں کو بھی جناب سلیمان کے تابع حکم کر دیا تھا ولایت تکوینی سے انبیاء کرام کی بابت ہم شیعوں کا مقصود بھی یہی ہے‘ جس کا انکار کیا جاتا ہے اور جس کی قبولیت میں تردد ہے اسی سورہ کے ایک اور مقام پر آفتاب جہاں تاب پر جناب سلیمانؑ کی ولایت کو خداوند عالم نے ان الفاظ میں ثابت فرمایا ہے۔

"اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ردوھا علی فطفق مسحا" بالسوق والاعناق" (سورہ ص 31‘32‘33)

یعنی جب تیسرے پہر خاصے کے اصیل گھوڑے ان کے سامنے پیش کئے

گئے تو دیکھنے میں مصروف کہ نوافل میں دیر ہوگئی جب فرصت ملی آیا تو بولے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر مال کو ترجیح دی' یہاں تک کہ آفتاب (مغرب) کے پردہ میں چھپ گیا (تو بولے اچھا) ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ (جب آئے) تو (دیر کے کفارہ میں) گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

تفسیر مجمع البیان:

اس آیت کی تفسیر میں امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ "ردوھا" میں ضمیر شمس کی طرف راجع ہے یعنی آفتاب کو میرے لئے واپس پلٹایا۔ اس کے بعد روایت یوں ہے۔

"ابن عباس' زہری اور ابن کسان نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے آیت مذکورہ کے بارے میں امیرالمومنین سے اس کی تفسیر پوچھی' حضرت نے فرمایا" تم نے اس آیت کی کیا تفسیر سنی ہے؟"

ابن عباس نے عرض کیا میں نے کعب سے سنا کہ جناب سلیمان علیہ السلام اپنے گھوڑوں کے تماشا میں مشغول تھے کہ اس محویت میں نماز عصر کا وقت فوت ہوگیا۔ جناب سلیمانؑ نے حکم دیا کہ ان چودہ ہزار گھوڑوں کی گردنیں اور گھٹنے قطع کر دیئے جائیں خداوند عالم نے اس گناہ کے کفارہ کے طور پر جناب سلیمانؑ سے چودہ دن کے لئے ان کی سلطنت کو چھین لیا امیرالمومنینؑ نے فرمایا کعب کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے۔
اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے کہ ایک دن جناب سلمانؑ نے دشمنان دین سے قصد جہاد کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کا جنگی معائنہ کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا س کے بعد آپ نے بامر ربی فرشتوں کو سورج کے واپس پلٹانے کا حکم دیا۔ پس آفتاب واپس پلٹ آیا اور جناب سلیمانؑ نے نماز عصر کو اس کے وقت میں ادا فرمایا۔ انبیاء و سفراء الٰہی نہ تو خود ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں

اور نہ کسی پر ظلم کرنے کا حکم دیتے ہیں، کیونکہ یہ ہستیاں پاک، پاکیزہ مطہر اور معصوم ہوتی ہیں۔ تفسیر مجمع البیان جلد 4 صفحہ 475

تفسیر رازی

آیت مذکور میں "ردوھا" کی ضمیر شمس کی طرف راجع ہے۔ یعنی جناب سلیمانؑ نے سورج پر موکل فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے لئے سورج کو دوبارہ پلٹا دیا جائے، تفسیر کبیر جلد 26 صفحہ 204

لکھا ہے کہ خداوند عالم نے آفتاب کو جناب سلیمانؑ کے لئے واپس پلٹا دیا تھا۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ خدائے واحد نے سورج اور اس پر موکل فرشتوں کو جناب سلیمانؑ کے تابع فرمان اور ان کی ولایت کے زیر تسلط قرار دیا تھا۔ حضرتؑ کا امر آفتاب اور اس پر موکل فرشتوں پر جاری وساری تھا اور حکم سلیمان کا نفوذ بحکم ربی تھا یہ ہی ولایت تکوینیہ ہے جن کا مخالفین بڑی شد و مد سے انکار کرتے ہیں ------

انبیاء کی ولایت کے باب میں آیات فوق سے دو نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

اولاً" ولایت انبیاء مانند زمین آسمان میں بھی جاری ہے جیسا کہ جناب سلیمانؑ کے فرمان سے سورج اپنے جائے غروب سے واپس پلٹ آیا۔

ثانیاً" فرشتے بھی ولایت تکوینیہ اور امر انبیاء کے تابع قرار دیئے گئے ہیں۔

میں مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ قارئین کرام غور فرمائیں! یہ چند آیات فقط جناب سلیمانؑ کی خصوصیت میں ہیں۔ جن کی زمین و آسمان اور ملائکہ وشیاطین پر ولایت تکوینیہ تھی۔ حالانکہ وہ اولوالعزم انبیاء کی فہرست میں نہیں ہیں بلکہ ان سے کم مرتبہ ورتبہ پر فائز ہیں۔

ضعیف الاعتقاد انبیاء و آئمہ اطہارؑ کے مناصب عالیہ اور مقامات رفیعہ کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مبین میں انبیاءؑ اولوالعزم کی شگفت انگیز داستانوں کا مطالعہ کریں اور موجودات میں ان کی

ولایت تکوینیہ کا مشاہدہ کریں اور خداوند دو جہاں نے عالم خلقت میں جن ہستیوں کو معزز برگزیدہ فرماتے ہوئے خدائی انعام واکرام اور یزدانی نعمتوں سے نوازا ہے چاہئے کہ یہ لوگ نہایت شرمساری اور ندامت سے ان کے سامنے سرتسلیم خم کریں اور جو بے سروپا باتیں انہوں نے گھڑ رکھی ہیں ان سے توبہ کریں اور قرآن کے خلاف اپنے ضدانہ رویے سے استغفار کریں اور جتنی جلد ممکن ہو سکے توبہ کی نعمت سے فائدہ اٹھائیں وگرنہ بغیر توبہ کئے جانے والے عذاب عظیم کا سامنا کریں گے۔

کیا ان کج فہم لوگوں کی نظروں سے قرآن مجید میں جناب عیسیٰؑ کی حیرت انگیز داستان نہیں گزری، کیا خداوند عالم نے جناب عیسیٰ کو احیاء وامانت کی نعمت سے سرفراز نہ فرمایا تھا۔ کیا جناب عیسیٰ بغیر معالجہ کے بیماروں کو شفایاب نہ کر دیتے تھے؟ کیا مادر زاد اندھوں کو بینائی کی نعمت سے خوشحال نہ کر دیتے تھے؟ اور کیا جناب موسیٰؑ کو امر الٰہی سے یہ قوت وملکہ حاصل نہ تھا کہ وہ چوب خشک کو پھنکارتا ہوا اژدہا بنا دیتے تھے۔ کیا وہ شہر کی ہواؤں کو خون سے مبدل نہ کر دیتے تھے۔

آیا انہوں نے بارہا مختلف النوع موجودات، نباتات وجمادات اور دریاؤں فضاؤں میں نفوذ اور تصرف تکوینی نہ کیا تھا؟ اور کیا جناب داؤدؑ کو وہ خارق العادۃ قوت حاصل نہ تھی جس کے ذریعے وہ لوہے جیسی دھات کو اپنے ہاتھوں میں موم کر دیتے تھے اور لوہے کو حسب منشاء جس شکل میں چاہتے تبدیل کر دیتے تھے؟ اور وہ آئرن بھٹی اور ہتھوڑے اور دیگر آلات کی مدد کے بغیر صرف اپنی انگلیوں سے لوہے کی زرہیں نہ بنایا کرتے تھے؟ کیا جملہ امور تصرفات امور کونیہ میں شمار نہیں ہوتے؟ کیا منکرین نے مندرجہ بالا جملہ واقعات وحالات کو قرآن حکیم جیسی روشن اور مبین کتاب میں موجود نہیں پایا اور اگر ان لوگوں نے قرآن حکیم میں ان واقعات کو دیکھا بھی ہے تو ان

کی توفیق سلب رہی ہے کہ وہ انبیاء کی ولایت تکوینیہ کی معرفت کر سکتے اور ان کے تصرفات کے کمالات تک رسائی حاصل کر سکتے'

اگر اس کے خلاف ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سب چیزیں تو معجزات ہیں اور بامر ربی ہیں تو ہمارا بھی یہ ہی کہنا ہے اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز بحکم پروردگار ہے اور فرمان الٰہی کے تحت ظہور میں آتی ہے

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

لیکن حق تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ اپنے خلفاء اور برگزیدہ بندوں کو ولایت تکوینیہ کی نعمت عظمٰی سے بہرہ مند فرمائیں اور ان کے امر کو عالم تکوینیات میں جاری اور نافذ فرمائے۔

اگر آپ نے قرآن حکیم کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہوگا تو آپ کے علم میں یہ بات یقیناً" ہوگی کہ کس طرح وہ مقدس پیشوا ہستیاں امر الٰہی سے ولایت تکوینیہ کے ارفع و اعلیٰ منصب پر سربلند ہوئی ہیں اور زمین و آسمان اور خشکی وتری اور جن وملائکہ اور شیاطین پر ان کا حکم جاری وساری ہے'

اب جملہ تصرفات اور امور فوق العادۃ کو معجزہ' کرامت' خارق العادات یا ولایت کچھ بھی کہا جائے۔ ہمیں اس میں کچھ مناقشہ اور اختلاف نہیں ہے مگر منکرین کو چاہئے کہ وہ حقیقت حال اور اصل موضوع سے فرار نہ کریں اور مطالب ومفاہیم کی حقیقت اصلیہ سے گریز نہ کریں اور وہ مسائل کہ جن کی تائید وتصدیق قرآن کی آیات بینات سے ہوتی ہے چاہئے کہ منکرین ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور آیات کے مقصود ومفہوم کی روح کو سمجھیں' مثلاً" قرآن حکیم گواہ ہے کہ انبیاء الٰہی مشت خاک سے خوبصورت اور حسین وجمیل پرندے خلق فرما دیتے تھے' مردوں کو حیات بخش دیتے تھے' آفتاب کو مغرب سے واپس پلٹا دیتے تھے انہوں نے ہواؤں' صحراؤں' جنوں' فرشتوں اور شیطانوں کو اپنا تابع فرمان بنا رکھا تھا مذکورۃ

الصدر یہ جملہ امور ان کو کچھ بھی نام دیا جائے مگر ان کی حقیت اور کمال سے انکار ممکن نہیں ہے'

اگر ان لوگوں کو آئمہ طاہرینؑ کی اصلاحات کے مفہوم سے کچھ جان پہچان ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ دین کے ہادیوں نے ان معجزات اور کرامات و کمالات کو ولایت تکوینیہ کے ساتھ تعبیر و تفسیر کیا ہے۔

نتیجتاً" جس طرح انبیاء گزشتہ کی رسالت خاصہ تھی اور وہ ولایت جزیہ کے مالک تھے اسی نسبت سے ان کے تصرفات محدود اور ان کے معجزات معدود تھے مگر جس طرح ختمی المرتبتؐ سرکار دو عالم رسالت عامہ کے مقام پر جلوہ افروز ہیں اور محمد و آلؑ محمد علیہم السلام کی ولایت' ولایت کلیہ ومطلقہ ہے۔ اسی نسبت سے ان کا فرمان پوری کائنات پر نافذ ہے۔ یہ ہستیاں منجانب اللہ مجاز اور ولایت وتصرفات کونیہ کی مالک ہیں۔ ان کی ولایت ازل سے ابد تک کے لئے جاری وساری ہے۔ اب شاید ان لوگوں کے پاس اتنا حوصلہ اور ظرف نہیں ہے کہ وہ ان بلند مناصب ومقامات کا ان عظیم و پاکیزہ ہستیوں کے لئے اقرار کرسکیں'۔

اسی لئے ہم ان کے لئے ایک قدم اور نیچے اترتے ہیں اور جناب سلیمانؑ کے تلامذہ میں سے ایک شاگرد کا واقعہ بیان کرتے ہیں حالانکہ خود سلیمان علیہ السلام مکتب محمدیہ کے ایک تلمیذ ہیں'۔

جب ہم باب ولایت کو کھول کر پہلا درس ولایت پڑھتے ہیں تو ہم جان لیتے ہیں کہ اگرچہ کوئی درجہ نبوت پر فائز نہ بھی ہو مگر وہ باذن اللہ ولایت تکوینیہ کا مالک ہو سکتا ہے اور امور تکوینیات میں تصرف کا مجاز ہے اور اس بارے میں ہمارا بیان زبانی جمع خرچ پر موقوف نہیں بلکہ ہماری دلیل قرآن محکم سے ہے۔

آصف برخیا پیغمبر نہ تھے اور نہ ہی درجہ نبوت پر فائز تھے۔ ایک روایت

کے مطابق وصی سلیمانؑ تھے ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ عالم تکوینیات میں آصف برخیا کی کارکردگی اور قدرت وطاقت کے نفوذ کے متعلق قرآن حکیم کیا فرماتا ہے'۔

جناب سلیمانؑ اور بلقیس کی داستان

جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ملک "یمنا ورسبا" (آج کا حبشہ یا یمن) پر بلقیس نامی ایک پرشکوہ خاتون حکومت کیا کرتی تھی۔ یہ خاتون بہت عزو جاہ و جلال کی مالک تھی اور ایک بہت عظیم سلطنت اس کے زیر نگین تھی مگر وہ خاتون اور اس کی قوم خدائے واحد کی بجائے خورشید کی پرستش کیا کرتی تھی جناب سلیمانؑ نے ان لوگوں کی رشد وہدایت کا ارادہ فرماتے ہوئے اور ان کو دعوت توحید دینے کے لئے ایک "ہدہد" کو جناب بلقیس کی طرف روانہ کیا اور اس کے لئے دعوت وحدانیت خدا پر مبنی ایک نامہ تحریر کیا جناب بلقیس نے جب خط کو پایا تو اس نے اپنے درباریوں اور مشیروں کو حاضر کیا اور جناب سلیمانؑ کے خطاب کر بارے میں یوں گفتگو کی'

" قالت یاایھاالملاء انی القی الی کتاب کریم انه من سلیمان وانه بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الاتعلوا علی واتونی مسلمین قالت یایھا۔ الملاء افتونی فی امری ماکنت قاطعته امرا" حتی تشھدون قالو انحن اولواقوة واولوا باس شدید والا مر الیک فانظری ماذا تامرین' قالت ان الملوک اذا دخلوا قریته افسروھا وجعلوا اعزة اھلھا اذله وکذلک یفعلون' انی مرسلته الیھم بھدیة فناظرة بم یرجع المرسلون

(سورہ نمل آیات 29 تا 35)

یعنی جب ہدہد نے جناب سلیمانؑ کے مکتوب کو اپنی منقار سے بلقیس کے

در پر جا ڈالا تو بلقیس بہت متعجب ہوئی اور محبت سے خط اٹھایا اور نہایت توجہ سے اس کا مطالعہ کیا اور اس کو ایک اہم اور خاص خط پایا " جناب بلقیس نے (اپنے درباریوں کی طرف چہرہ کرتے ہوئے) کہا' ایک اہم خط موصول ہوا ہے۔ یہ خط جناب سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس کا عنوان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اس کے بعد یوں لکھا ہے کہ میرے فرمان سے روگردانی مت کرو' انحراف کی راہ نہ لینا اور میرے حکم کو تسلیم کرو اور خدا کی وحدانیت وتوحید کا اقرار کر کے صرف اسی ہی کی عبادت اور بندگی کرو"۔

اس کے بعد جناب بلقیس نے از راہ مشورہ کہا۔

" اے سرداران قوم' تم اس بارے میں مجھے اپنی آراء سے نوازو' کیونکہ تمہاری عدم موجودگی میں میں نے ابھی تک کوئی ارادہ نہیں کیا ہے'

بزرگان قوم نے اپنے جذبات وخیالات کو یوں جامہ اظہار دیا کہ

"اگرچہ ہم مکمل طاقتور ہیں اور جنگجوؤں کی فوج رکھتے ہیں لیکن اختیار آپ کو ہے کہ آپ جنگ اور صلح میں سے کس کو پسند کرتی ہیں اور بعد ازاں اس بارے میں حکم صادر فرماتی ہیں۔

جناب بلقیس نے کہا "بادشاہ جب کسی مملکت پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اس ملک کو ویران و برباد کر ڈالتے ہیں' معزز ترین افراد مملکت کو بری طرح ذلیل و خوار کیا جاتا ہے' مزید برآن سزا دینا ان کا قاعدہ اور دستور ہوتا ہے میں چاہتی ہوں کہ ہم جناب سلیمان کی طرف ایک تحفہ بھیجیں تاکہ ہم دیکھیں کہ ہمارے بھیجے ہوئے سفیر جناب سلیمان کی طرف سے کیا جواب لاتے ہیں۔

اس بات کو موزوں و مناسب اور صائب رائے جانتے ہوئے جناب بلقیس نے غلاموں' کنیزوں گھوڑوں اور قیمتی اصناف کے گراں بہا تحائف پر

مشتمل ایک ہدیہ جناب سلیمانؑ کے دربار میں بھیجا۔

فلما جاء سلیمان قال اتمدوننِ بمال فما اتانی اللہ خیر مما آتاکم بل انتم بھدیتکم تفرحون۔ ارجع الیھم فلنا تینھم بجنود لاقبل لھم ولنخرجنھم منھا اذلہ وھم صاغرون" (سورہ نمل ایت ۳۶'۳۷)

یعنی جب جناب بلقیس کے فرستادہ سفیر تحفوں کو لے کر خدمت سلیمان میں پہنچے تو انہوں نے کہا آیا تم یہ چاہتے ہو کہ میری دنیاوی مال و متاع سے امداد کرو؟ جبکہ خدائے قدوس نے مجھے وہ بے شمار ملک و مال عطا فرمایا ہوا ہے جو تمہارے اس مختصر سے بہت زیادہ ہے' ہاں تم دنیاوی لوگ ان تحفوں سے خوش ہوسکتے ہو۔

اے سفیر بلقیس! اپنے تحفوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس واپس لوٹ جا۔ جنہوں نے تجھے بھیجا ہے میں ایک عظیم لاؤ لشکر بھیج رہا ہوں جس کے مقابلہ کی کسی کے پاس تاب نہ ہوگی اور میں ان لوگوں کو ذلت و خواری میں مبتلا کرکے اس ملک سے نکال دوں گا۔

جب سفیر بلقیس جناب سلیمان کی خدمت سے واپس لوٹا تو اس نے جناب بلقیس کو سلیمان علیہ السلام کی قدرت و طاقت اور کمالات نبوت سے مطلع کیا تو جناب بلقیس نے جان لیا کہ اب سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے۔

مجبورا" جناب بلقیس ایک بہت بڑی تعداد اپنے درباریوں' فرمانرواؤں اور لشکریوں کو لے کر جناب سلیمان کی زیارت کے قصد سے "سبا" سے نکلی اور مدین کی جانب روانہ ہوئی۔

جناب بلقیس کے پاس ایک بہت باعظمت اور قیمتی تخت تھا جو مختلف النوع

جواہرات سے مرصع و مسجع تھا' وہ اپنے دربار میں اسی تخت پر براجمان ہوا کرتی تھیں۔ اس تخت سے بے شمار سلطنتیں وابستہ تھیں لہذا پایہ تخت کو چھوڑتے وقت اس تخت کو ایک محفوظ جگہ رکھا گیا اور پیچھے رہنے والوں کو سخت تلقین کی گئی کہ اس تخت کی بہت زیادہ حفاظت کی جائے۔

جناب بلقیس روز و شب کی مسافت طے کرتے ہوئے جناب سلیمان کے پایہ تخت مدین کے نزدیک پہنچ گئیں جناب سلیمانؑ مطلع ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ وہ بلقیس اور اس کے ساتھیوں کو ظاہری شان و شوکت کے علاوہ معنوی طاقت اور امور کونیہ پر اپنے تسلط کے کچھ کمالات کو دکھلائیں اور انہوں نے اپنی ولایت کی قدرت سے استفادہ کرتے ہوئے' خواہش کی کہ تخت بلقیس کو آن واحد میں "سبا" سے "مدین" حاضر کیا جائے جب کہ دونوں شہروں کے درمیان چند ماہ کی مسافت کا فاصلہ تھا۔ اگرچہ جناب سلیمان خود بھی اس کام پر قادر تھے مگر انہوں نے چاہا کہ بلقیس کو سمجھایا جائے کہ امور کونیہ میں تصرف کی یزدانی فضل و تائیدان کے ماتحتوں تک کو حاصل ہے نیز ان کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ آصف بن برخیا کی وصایت کو اپنے بعد ثبوت سے مدلل کر دیں۔ حضرت نے اپنے درباریوں کی طرف چہرہ فرمایا اور کہا۔

قال یاایها الملاء ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک وانی علیه لقوی امین قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راه مستقرا" عنده قال هذا من فضل ربی"

(سورہ نمل آیات 38 تا 40)

یعنی کون ہے تم میں سے جو حاضر کر سکتا ہے تخت بلقیس کو (اس محفل میں) قبل اس کے کہ وہ یہاں پہنچے اور میرے حکم کو تسلیم کرے۔

جنوں میں سے ایک دیو نے کہا کہ مین تخت بلقیس کو آپ کے حضور میں اتنے وقت میں حاضر کر سکتا ہوں کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں مگر وہ کہ جن کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا۔ اس نے کہا قبل اس کے کہ آپ اپنی پلکوں کو جھپکیں تخت بلقیس آپ کی خدمت میں ہوگا۔ جناب سلیمان نے جب اپنے پہلو میں تخت پایا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے! کہ آصف برخیا جوکہ جناب سلیمان کا ایک ماتحت تھا امور تکوینیات میں تصرف کی اتنی قدرت و طاقت رکھتا تھا کہ اس نے چشم زدن میں تخت بلقیس کو سبا سے مدین میں مجلس سلیمان میں حاضر کردیا۔۔۔۔۔۔

اب محمد و آل محمد کی کیا شان کہ وہ توفیوضات کا سرچشمہ اور علوم کا گنجینہ ہیں اور تمام انبیاء کرام منجملہ جناب سلیمان اور ان کے ساتھی جو کچھ بھی رکھتے ہیں وہ فقط محمد و آل محمد کی ذوات مقدسات کی برکت اور سعادت سے رکھتے ہیں اور مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں آئمہ اطہار سے چند روایات نقل ہوئی ہیں

حدیث اول:۔ (اصول کافی) حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا اسم اعظم تہتر حروف ہیں اور آصف برخیا کے پاس ان تہتر حروف میں سے صرف ایک حرف تھا اور ہم اہلبیت کے پاس اسم اعظم کے بہتر حروف ہیں اور باقی ایک حرف صرف خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کوئی شخص اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ ؏۱

۱۔ اصول کافی جلد ص ۲۳۰

حدیث دوم: (اصول کافی) سدیر ایک مفصل روایت کے ضمن میں صادق آلؑ محمد سے نقل کرتا ہے کہ حضرت نے فرمایا "اے سدیر آصف بن برخیا کی میزان علم، علم کتاب سے دریائے اخضر سے ایک قطرہ کی مثل تھی، لیکن خدا کی قسم تمام علم کتاب ہمارے پاس ہے اور آپ نے اپنے فرمان کو دوبارہ دہرایا۔ [1]

حدیث سوئم: امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہے، فرمایا وہ کہ جس کے پاس علم کتاب میں سے کچھ علم تھا وہ آصف بن برخیا تھا۔ اگرچہ جناب سلیمان بھی اس کام کے کرنے سے عاجز نہ تھے بلکہ آصف بن برخیا کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ تعلیمات سلیمانی ہی سے تھا لیکن جناب سلیمانؑ نے چاہا کہ جن و انس جان لیں کہ آصف برخیا ان کے بعد وصی اور حجت خدا ہیں تاکہ آصف کی امامت کے باب میں کسی قسم کا اختلاف نہ کیا جائے، اسی لئے انہوں نے اس اہم ڈیوٹی کو آصف بن برخیا کے سپرد کیا۔ [2]

مندرجہ بالا دلائل کے ذکر سے کہ جن کی بنیاد قرآن مجید ہے، کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا اور ثابت ہو جاتا ہے کہ انبیاء اور آئمہ طاہرین مخلوقات پر ولایت تشریعی کے علاوہ ولایت تکوینی کے بھی مالک ہیں اور اس کا انکار کرنے والا حقیقت میں قرآن اور ضروریات دین کا منکر ہے۔

اس سے قبل بھی بیان ہوا ہے کہ انبیاء گذشتہ میں جو ولایت تھی وہ ولایت جزیہ ہے اور محمد و آل محمد میں جو ولایت ہے وہ ولایت کلیہ و مطلقہ ہے، ان ذوات مقدسہ میں یہ ولایت خدا کے اذن اور تقرر سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

---

۱ اصول کافی جلد ۱ ص ۲۵۷

۲ تفسیر صافی جلد ۴ ص ۶۷

"قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء وتزل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر"

یعنی "کہو کہ اے خدا اہل جہاں پر تو ہی ملک و سلطنت کا مالک ہے تو جس کو چاہے ملک و سلطنت بخش دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے' جس کو تو چاہے معزز فرما دے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے' تمام خیر و نیکی تمھارے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہر چیز پر قدرت کا مالک ہے۔

ملاحظہ کیجئے! یہ آیہ مبارکہ اس آیت کی صاف طور پر وضاحت کر رہی ہے کہ خدا اپنے شائستہ و برگزیدہ بندوں کو تمام ممکنات پر کہ ولایت تکوینیہ بھی انہی میں سے ہے ملک و سلطنت عطا فرماتا ہے اور ولایت کلیہ و مطلقہ کے تاج سے انہیں معزز و مفتخر فرماتا ہے اور یہ ایک بدیہی سی بات ہے کہ اس سلطنت و ملک سے مراد حقیقی و واقعی سلطنت اور باذن اللہ امور تکوینیہ میں تصرف ہے۔

اب ہم معترضین اور منکرین ولایت آئمہ طاہرین کے ازواق و مذاق کی طرف رجوع کرتے ہوئے کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کیا مفاسد خیزی کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تمام انبیاء و آئمہ طاہرین فقط ولایت تشریعی کے حامل تھے اور ولایت تکوینی میں ان کا عمل دخل نہ تھا۔ حتیٰ کہ ختمی المرتبتؐ سرکار دو عالم کو بھی ولایت تکوینی سے کچھ علاقہ نہ تھا' یعنی ان کو ڈیوٹی فقط یہ تھی کہ وہ جناب جبرائیل سے احکام و شرائع اخذ کریں اور ایک مبلغ مذہبی کی طرح لوگوں کو سکھلا دیں۔ کیونکہ ولایت تشریعی مسائل دین سکھلانے سے عبارت ہے اور صحت و بطلان کی جہت سے احکام شرع کی تعلیم دینے کا نام ہے اور لوگوں کو واجب و حرام و مستحب و مکروہ و

مباح کے بتلانے اور سمجھانے کا نام ہے اور ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق پیغمبرو امام کی سوائے اس ڈیوٹی کے کوئی پہچان اور حیثیت نہیں ہے۔

میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے تو پھر یہ کام شیعہ کے مجتہدین اور مراجع تقلید صاحبان حتی کہ سنیوں کے مفتی بھی بجا لاتے ہیں اور مکمل طور پر اس کا نفاذ و اجراء بھی کرتے ہیں۔

اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق تو نبی و امام کا کام سوائے مسائل آموزی کے کچھ نہیں۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو انبیاء الٰہی اور مراجع تقلید صاحبان میں کیا فرق ہے؟ اگر ہم تھوڑا غور کریں تو اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے انبیاء اللہ اور مراجع تقلید صاحبان میں کچھ فرق نہیں چھوڑا ہے۔ جواباً" یہ لوگ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ احکام الٰہی کے ابلاغ میں انبیاء اور آئمہ خدا دست اول کی حیثیت رکھتے ہیں اور مجتہدین و مراجع تقلید دست دوم کی مگر اس سے حقیقت نہیں بدلتی اور یہ امتیاز قابل توجہ نہیں فقط تقدم و تاخر کی نسبت اور جنبہ ہے وگرنہ ان کا مقصود ایک ہی ہے۔

ان کے عقیدہ کے مطابق رسول خدا جناب جبرائیل سے ایک مسئلہ لیتے تھے ابتدا" خود اس مسئلہ کی آموخت کرتے تھے اور اس کے بعد دوسروں کو تعلیم دیتے تھے۔ پس ان کو مسائل سکھلانے کے بعد رسول اکرم اور ان لوگوں کے درمیان کچھ فرق نہیں بچتا۔

اسی طرح باقی تمام مسائل و احکام دین میں بھی!

اس بناء پر یہ لوگ نبوت و امامت کے بلند منصب کو مسائل دانی اور احکام آموزی سے تعبیر کرتے ہیں اور مسائل آموزی کی وجہ ہے جوکہ ایک استاد میں بھی

موجود ہے تمام انعامات و فضائل و مناقب نبوت و امامت کا انکار کرتے ہیں ان کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبران خدا جناب جبرئیلؑ سے مسائل سیکھتے تھے اور لوگوں کو سکھلاتے تھے۔ لہٰذا ان کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

قارئین غور فرمائیں! اس باطل عقیدہ سے دین کے پیشواؤں اور خصوصاً رسول اللہ سے تمام انعامات اور فضائل کی نفی ہو جاتی ہے اس عقیدہ کی بناء پر چاہیے کہ قرآن کی بے شمار آیات اور اسلام کی ایسی ہزاروں صحیح و محکم روایات پر سرخ لکیر پھیر دی جائے جوکہ تمام مخلوقات اور ملائکہ و فرشتوں پر چہاردہ معصومین کے امتیازات کو ثابت کرتی ہیں یہ ایک خودساختہ تازہ عقیدہ ہے جو دین کے مقدس پیشواؤں سے بغض و عناد کی وجہ سے مقام ملکوتی کو نیچے گرانے کیلئے اور اس کے نتیجہ کے طور پر اسلام و قرآن کی بنیاد پر حملہ کرنے کے لئے وجود میں آیا ہے اہل بصیرت پر مستور نہیں کہ اس عقیدہ فاسدہ کا منبع و مخرج کونسا ہے اور کہاں ہے؟ ایسے باطلانہ عقائد کی نشر و اشاعت کا تمام مسلمانوں میں اور خصوصاً شیعان ایران میں اقدام ہوا ہے۔

میں ان آقاؤں سے کہتا ہوں کہ تم نے پیغمبر و امام کو ایک سادہ مبلغ گمان کر رکھا ہے اور سوائے ابلاغ مسائل کے ان کا کوئی مقام و احترام ہی نہیں سمجھتے اور نہایت جسارت اور دریدہ دہنی سے کہہ دیتے ہو کہ اے محمدؐ! تبلیغ مسائل کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری حیثیت نہیں ہے۔

آیا بارہویں امام کے متعلق تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ حاضر و ناظر ہیں؟ تم یقیناً کہو گے اگرچہ حفظ ظاہری کے لئے کہو کہ ہم امام کے وجود کے ساتھ زندہ ہونے کے معتقد ہیں۔

یہاں ہم تم لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق پیغمبر و امام

سوائے تبلیغ مسائل کے کسی اور فرض اور حیثیت و منصب سے متصف نہیں ہیں، تو اس موجودہ زمانے میں جو کہ غیبت کبریٰ کا زمانہ ہے فقہاء اسلامی اور مجتہدین کرام تبلیغ احکام کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور کسی ایک کو بھی ولی عصر کی حریم ناز کی راہ کا علم نہیں کہ ان سے مسائل سیکھے بلکہ خدا و رسول اور امام کے حکم سے اس عصر غیبت میں یہ ڈیوٹی مراجع اسلام اور شیعہ کے مجتہدین کرام کے سپرد ہوئی ہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے اپنے فلاں دینی مسئلہ کو حضرت امام عصر سے ''حضورا'' حاصل کیا ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے بھی تو اس سے قبول نہ ہوگا۔ بلکہ اجماع مسلمین اور امام زمانہ کے امر صریح کے مطابق غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شرائع دین کو براہ راست عادل و عامل اور حائز شرائط اجتہاد مجتہدین کرام اور مراجع عظام سے حاصل کریں اور ان کی تقلید کریں۔

اب آپ کے عقیدہ کے مطابق تو پیغمبرو امام ولایت تکوینی تو رکھتے نہیں اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ غیبت کبریٰ کے بعد ولایت تشریعی کی ڈیوٹی سے تو مجتہدین کرام بھی عہدہ برآء ہو رہے ہیں پس ایسا ہی ہے تو امام کی ڈیوٹی کیا ہے تم لوگوں کے عقیدہ کے مطابق امام زمانہ ولایت تکوینی نہیں رکھتا ولایت تشریعی بھی غیبت کبریٰ کے زمانہ میں مجتہدین کی ڈیوٹی ہے اور مسائل دین کو مجتہدین سکھلاتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر امام کی ڈیوٹی کیا ہے؟

آخر خداوند عالم نے امام زمانہ کے وجود نازنین کو ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے کیوں زندہ رکھا ہوا ہے اور امام زمانہ کے زندہ ہونے کا اعتقاد ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے۔

اگر امام زمانہ ـــــــــــ کوئی سروکار نہیں رکھتے تو ان کے پاس آج تک زندہ رہنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ خلاف عقل و حکمت نہیں آیا یہ اعتراض براہ راست خدا پر نہیں ہے اس مقام پر آکر لاچار دو میں سے ایک بات ماننا ضروری ہو جاتا ہے یا تو امام زمانہ کے وجود کے منکر ہو جاؤ یا خدا کی توحید و حکمت کا انکار کرو اور یہ دونوں راہیں مبنی بر کفر ہیں آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ نے ایک باطل راستہ اختیار کیا تھا اور کچھ نہ سمجھا اور سنجیدگی اختیار نہ کی اور تم لوگوں نے دین اور اعتقادات دین کی رگوں پر تیشہ زنی کی ہے۔

کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ انبیاء اور آئمہ الٰہی کی ولایت تکوینیہ کا انکار کفر آمیز ہے اور یہ ہی انکار بے شمار مفاسد کی جڑ ہے اور عقائد باطلہ کا موجب ہے اور ہم نے صرف ایک کی طرف اشارہ کیا ہے' جواباً" علمی و مذہبی لحاظ سے تمام راستے مسدود ہیں اور آئمہ طاہرین اور خصوصاً" امام زمانہ کی ذات مبارک کی ولایت تکوینیہ کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

خدا کے بندو! پیغمبر و امام کی ڈیوٹی صرف تعلیم مسائل ہی نہیں بلکہ امامت کے اس درجہ سافل کے علاوہ وہ ولایت تکوینیہ کے بھی مالک ہیں امام زمانہ کا زندہ ہونا صرف تعلیم مسائل ہی کیلئے نہیں بلکہ باذن اللہ تمام موجودات و مخلوقات حضرت امام عصر سے وابستہ ہے۔

لولا الحجة لساخت الارض باھلھا۔ ١ء

یعنی اگر ایک لحظہ کیلئے بھی امام زمانہ کا وجود نہ ہو تو زمین اور اس کے ساکنین منہدم اور فنا ہو جائیں گے۔

١۔ ا اصول کافی جلد ١ ص ١٧٩

اور ولایت تکوینیہ اور کلیہ و مطلقہ کے معنی بھی یہ ہی ہیں جس کی معرفت سے تم لوگ بے بہرہ ہو'

دعائے عدیلہ میں جوکہ علماء اعلام کے درمیان مشہور دعاؤں میں سے ہے اور حتیٰ کہ شیخ عباس قمی نے بھی اس کو مفاتیح میں نقل کیا ہے' حضرت ولی عصر ارواحنا لہ الفداء کے بارے میں مذکور ہے۔

۱: الذی ببقائہ بقیت الدنیا و بیمنہ رزق الوری وبوجودہ ثبتت الارض والسماء ۱ھ

یعنی امام صاحب الزمانؑ کے وسیلہ بقاء کے ساتھ تو جہان باقی ہے اور انہی کی یمن و برکت سے مخلوقات کو روزی دی جاتی ہے اور انہی کے وجود کے وسیلہ سے زمین و آسمان ثابت ہیں'

۲: زیارت رجبیہ میں حضرت ولی عصرؑ ارواحنا فداہ نے آئمہ طاہرینؑ کے مقام ولایت کا یوں اشارہ فرمایا ہے۔

انا سائلکم و آملکم فیما الیکم التویض وعلیکم التعویض' فبکم یجبر المهص ویشفی المریض وما تزا الارحام وما تغیض

یعنی اے محمد و آلؑ محمد میں آپ کے آستان کا خواستگار اور امیدوار ہوں' اس چیز میں جو (از طرف رب ذوالجلال) آپ کو تفویض ہوئی ہے اور عوض دنیا آپ پر ہی ہے آپ ہی کے وسیلہ سے مرہم و شکستہ ہڈیاں جوش دی گئی ہیں اور مریضوں نے شفا پائی اور جو کچھ رحموں میں بڑھتا ہے سب آپ ہی کے وسیلہ سے ہے۔

۱۔ مفاتیح الجنان ص ۱۳۰

دعا پنجم رجبیہ: شیخ طوسی نے شیخ کبیر ابی جعفر محمد بن عثمان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے جوکہ امام زمانہ کے خاص نائبوں میں سے تھا نقل کیا ہے کہ امام زمانہ کی بارگاہ سے یہ توقیع شریف صادر ہوئی ہے۔

اللھم انی اسالک بمعانی جمیع مایدعوک بہ ولاۃ امرک المامونون علی سرک المستبشرون بامرک الواصفون لقدرتک المعلنون لعظمتک اسائلک بما نطق فیھم من مشیتک فجعلتھم معادنا لکلماتک وارکانا لتوحیدک وآیاتک ومقاماتک التی لاتعطیل لھا فی کل مکان یعرفک بھا من عرفک لافرق بینک واعضاد و اشھادو مناۃ واذوا دو حفظہ ورروادفبھم سماء ک وارضک حتی ظھران لا الہ الا انت۔ ۱ے

یعنی خدایا میں آپ کی بارگاہ سے ان تمام دعاؤں کے معانی کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں' کہ جن کو تیرے امر کے والیوں (محمد و آل محمد) نے پڑھا وہ (متولیان امر الٰہی حضرات محمد و آل محمد) کہ جو تیرے رازوں کے امین اور تیرے امر سے بشارت یافتہ' تیری قدرت کے اوصاف بیان کرنے والے اور تیری عظمت کا اعلان کرنے والے ہیں۔

خدایا میں تم سے اس چیز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں' تیری مشیت سے ان کے بارے میں جو کچھ کہا گیا' پس تو نے ان کو (محمد و آل محمد) اپنے

۱۔ مفاتیح الجنان ص ۱۹۰

کلمات کے گنجینے اور اپنی توحید کے پائے قرار دیا وہ برجستہ ہدف اور تیرے ایسے کمالات ہیں کہ ان کیلئے کسی جگہ تعطل نہیں ہے۔ جو بھی تجھے پہچانتا ہے انہی ہستیوں کے وسیلہ سے تیرے اور ان کے درمیان کچھ فرق نہیں سوائے اس کے کہ وہ تیرے بندے اور تیری مخلوق ہیں ان کا فتق و رتق تیرے ہی ہاتھ میں ہے ان کا آغاز بھی تجھی سے ہے اور ان کا انجام بھی تیری ہی طرف ہے اور وہ خدا کی طرف سے گواہ' نگہبان' مدافعان اور پیشرو ہیں۔

خدایا تو نے (انوار محمد و آل محمدؑ) سے اپنی زمین و آسمان کو بھر دیا یہاں تک کہ کلمہ توحید (لا الہ الا انت) نمایاں اور آشکار ہوگیا'

اس دعا کو مرحوم شیخ قمی نے بھی کتاب مفاتیح الجنان میں ماہ رجب کی روزمرہ دعاؤں کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ شیعوں کے تمام بزرگوں اور علماء کرام و مجتہدین عظام نے ماہ رجب میں ہر روز ان دعاؤں کو اخلاص کامل سے پڑھا ہے اور اس دعائے شریف کے پڑھنے کے وسیلہ سے جوکہ امام زمانہ کی طرف سے صادر ہوئی ہے اور انہوں نے اعتقاد قلبی سے اس دعا کے مضامین عالیہ کے ذریعے درگاہ الٰہی میں تقرب ڈھونڈا ہے۔

قارئین کرام! اس دعا کے فقرات ملاحظہ فرمائیں جو کہ امام زمانہ کے نازک لبوں سے نکلے ہیں اور حضرت شیخ کبیر ابی جعفر محمد بن عثمان بن سعید امام عصر کے نائب خاص اور جناب شیخ الطائفہ مرحوم شیخ طوسی اور دیگر مشائخ عظام نے اس کو نقل کیا ہے اور ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے کتب ادعیہ میں موجود ہے تمام علماء و فقہاء امامیہ نے اس کو دیکھا پڑھا اور تصدیق

کیا توجہ فرمائیں اس دعا سے آئمہ طاہرین کی ولایت تکوینی اور ولایت کلیہ و مطلق ثابت ہو رہی ہے اور فی الحقیقت اس دعا کے مضامین کا انکار امام اور شیعہ کے مراجع عظام کا انکار ہے اور ایسے شخص کا انجام عقل و شرع سے معلوم ہے۔

لراد علیهم کالراد علی الله

یعنی جو امام کو رد کرے گویا اس نے خدا کو رد کیا ہے' اور نتیجہ کے طور پر وہ کافر ہے۔

اکمال الدین شیخ صدوق: اسحاق بن یعقوب سے ایک توقیع جوکہ لوگوں کی منفعت کے لئے ایام غیبت میں امام زمانہ سے صادر ہوئی ہے۔

امام زمانہ اپنے تصرف تکوینی اور ولایت عامہ و مطلقہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واما وجه الانتفاع بی فی شیبتی فکالا تنفاع بالشمس اذا غیبتها عن الابصار السحاب وانی لامان لاهل الارض کما ان النجوم امان لاهل السماء.. [1]

یعنی لوگوں کے مجھ سے بہرہ مند ہونے کی کیفیت میری غیبت میں اس طرح ہے جس طرح لوگ آفتاب سے بہرہ مند ہوتے ہیں اس حال میں کہ وہ بادلوں کے پیچھے روپوش ہو (یعنی جس طرح کبھی کبھی آفتاب بادلوں کے پیچھے پنہاں ہو جاتا ہے لیکن اپنی حیات کی تاثیرات کو کرہ زمین سے منقطع نہیں کرتا اور آفتاب کے حیات بخش ذرات

۱۔ کمال الدین ص۴۸۰ الاحتجاج طبرسی جلد دوم ص ۴۷۱

تمام بادلوں کے پیچھے سے بھی کرہ ارض کی زندگی پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح امام زمانہ کی ذات گرامی پردہ غیبت میں پہاں ہے اور لوگ حضرت کے دیدار سے محروم ہیں لیکن وہ مقدس ذات گرامی امر الٰہی سے کچھ دیکھ رہی ہے غیبت کے پردوں میں بھی ان کا وجود مسعود موجب ایصال رحمات و فیوضات سبحانی ہے۔

اس کے بعد امام فرماتے ہیں' میرا وجود اہل زمین کی امان ہے جیسا کہ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں۔

احتجاج شیخ طبرسی: اس توقیع میں جو ولی عصر ارواحنافداہ کی جانب سے شیخ مفید پر وارد ہوئی ہے یوں مذکور ہے۔ حضرت ولی عصر فرماتے ہیں۔

نحن وان کنانائین بمکاتنا النائی عن مساکن الظالمین حسب الذی ارانا اللہ تعالٰی لنا من الصلاح الشیعتنا المومنین فی ذلک مادامت دولتہ الدنیا للغاسقین فانا نحیط علما" بانبائکم ولا یغرب عناشی من اخبارکم الی ان قال انا غیر مھملین لمراعاتکم ولا ناسین لذکر کم لولا ذلک لنزل بکم الاوداء اصطلمتکم الاعداء اھ ۱

یعنی اگرچہ ہم اپنے محلوں میں اقامت گزیں ہیں جو کہ ستم گروں کی اقامت گاہوں سے دور ہے اس امر میں بھی ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کیلئے ایک بہتری ہے اگرچہ دولت دنیا ستم گروں کے ہاتھ ہے مگر ہم ہر حال میں تمہارے احوال و اخبار سے مطلع رہتے ہیں اور تمہارے امور سے ایک

۱۔الاحتجاج علامہ طبرسی جلد ۲ ص ۴۹۷

خبر بھی ہماری نگاہوں سے مخفی نہیں، یہاں تک کہ امام نے فرمایا "ہم نے ہرگز تمہاری محافظت و صیانت سے دست کشی نہیں کی ہے اور تم کو فراموش بھی نہیں کیا اور اگر ایسا نہ ہوتا شر کی طرف سے تم پر کچھ نہ کچھ ضرور نازل ہوتا اور تمہیں تمہارے دشمن نیست و نابود کر دیتے۔

اس حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام عصر صراحتاً" ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے حالات سے کلی و قطعی طور پر مطلع رہتے ہیں اور تمہاری ایک خبر بھی ہمارے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے یعنی تم جہاں بھی ہو میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور میں تمہارے کلی حالات پر حاضر و ناظر ہوں اور یہ بھی کہ میں تمہارے احوال کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہوں اور ہر وقت تمہیں اپنی حفاظت و حمایت میں رکھتا ہوں"۔

اب جو لوگ امام کے حاضر و ناظر ہونے سے منکر ہیں اور ولایت کلیہ کا انکار کرتے ہیں ان کو لازم ہے کہ وہ امام عصر کی اس کلام صریح کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے ضعیف عقیدوں کی تحقیق کریں اور ولایت کلیہ کے باب میں اپنے عقیدوں کی اصلاح کر کے مکمل کریں۔

کتاب مناقب: اسناد کے ساتھ نبی کریم سے روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا "ستارے اہل آسمان کی امان ہیں پس اگر ستارے درمیان سے ختم ہو جائیں تو اہل آسمان بھی نابود و معدوم ہو جائیں گے اور اہل زمین کی امان میری اہلبیتؑ ہے اگر میری اہلبیت درمیان سے اٹھ جائے تو اہل زمین ختم ہو جائیں گے[1] اس روایت کو احمد نے زیادات المسند میں، حموینی نے

[1] ینابیع المودۃ جلد ۱ ص ۱۹، ۲۰

فرائد السبطین میں اور حاکم نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔

اسی طرح احمد نے انس سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا ستارے اہل فلک کیلئے امان ہیں اور میری اہل بیت اہل ارض کی امان ہیں اگر میری اہلبیت زمین میں نہ ہوتی تو عذاب کی وہ نشانیاں جس کا خدا نے وعدہ کیا ہوا ہے اہل زمین پر نازل ہوتیں اور خدائے دوجہاں نے میری اہلبیت کے دوام سے جہان کو وابستہ کر رکھا ہے۔

نوادرالاصول: جابر بن عبداللہ انصاری، ابی موسی اشعری اور ابن عباس سے روایت ہے کہ سرکار آخر الزمانؐ نے فرمایا۔ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں اور میری اہل بیت اہل زمین کی امان پس جس وقت درمیان سے اٹھ جائیں گے تو اہل آسمان نابود ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر میرے اہل بیت نہ ہوں گے تو اہل زمین نابود ہو جائیں گے۔

حموینی: نے اسناد کے ساتھ رسول اللہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کو فرمایا۔

"ان کلمات کو لکھو

امیرالمومنینؑ نے عرض کی! یارسول اللہ! آپ خیال کرتے ہیں کہ میں آپ کے کلمات کو فراموش کر دوں گا؟ پیغمبر نے فرمایا یاعلی! نہیں میں نے خدا سے خواہش کی ہے کہ وہ تجھے حافظ بنائے (یعنی سہو و نسیان سے محفوظ رکھے) لیکن ان کلمات کو امر امامت میں اپنے شریکوں کے بارہ میں لکھو

بهم تسقى امتى الغيب وبهم يستجاب دعائهم وبهم يصرف الله عن الناس البلاء وبهم تنزل الرحمته من

السماء وھذا اولھم واشار الی الحسنؑ ثم قال وھذا ثانیھم
واشار الی الحسینؑ ثم قال الائمتہ من ولدہ۔

یعنی پیغمبر اسلام نے فرمایا آئمہ اطہارؑ کی برکت و رحمت سے امت پر بارش نازل ہوتی ہے اور اس کے وسیلہ سے میری امت کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور انہیں کے ذریعہ سے خدا لوگوں سے مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور انہیں کے وسیلہ سے لوگوں پر آسمان سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

ان آئمہ کا پہلا یہ ہے اور امام حسنؑ کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کا دوسرا یہ ہے اور امام حسینؑ کی طرف اشارہ فرمایا اس کے بعد فرمایا باقی آئمہ حسینؑ کی ذریت سے ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا ان سے راضی ہوگا۔

کتاب مناقب: اسناد کے ساتھ امام مجتبیٰ کی رسول خدا سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا

لاتخلو الارض منھم ولو خلت لانساخت باھلھا۔

یعنی روئے زمین امام حق سے خالی نہیں رہ سکتی اور اگر ایک دن خالی ہو جائے تو اپنے مکینوں کے ساتھ تباہ و برباد اور منہدم ہو جائے گی۔

حموینی: نے اسناد کے ساتھ زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمیں مسلمانوں کے امام اور اہل جہاں پر خدا کی حجتیں ہیں مومنوں کے آقا اور سفید بالوں والوں (اہل ایمان) کے پیشوا اور مسلمانوں کے سردار ہیں اور ہمارے ہی دم سے اہل زمین مامون جیسا کہ ستارے اہل فلک کی امان ہیں اور ہمیں وہ ہیں جن کے وسیلہ سے خداوند قدوس آسمان کو زمین پر گرنے سے حفاظت کرتا ہے۔ ہمارے ہی وسیلہ سے زمین کی برکات خارج ہوتی ہیں اور ہم میں سے ایک بھی روئے زمین پر موجود نہ ہو تو

زمین اپنے ساکنین کے ساتھ الٹ جائے۔

اس کے بعد فرمایا خلقت آدم سے لے کر تا امروز زمین ایک حجت ظاہر و آشکار غائب و پنہاں سے خالی نہیں رہی ہے اور نہ ہی تا روز قیامت خالی رہے گی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا۔

فرائد السمطین: اسناد کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا نحن ابواب اللہ ونحن الصراط المستقیم ونحن عیبۃ علمہ و تراجمۃ وحیہ ونحن الکان توحیدہ و موضع سرہ۔

یعنی ہمیں خدا کی رحمت کے دروازے ہیں، ہمیں صراط مستقیم ہیں، اور ہمیں گنجینہ علم خدا ہیں، اور ہمیں وحی الٰہی کے پہنچانے والے ہیں۔ ہمیں توحید کا پایہ اور اسرار الٰہی کا محل ہیں۔

فرائد السمطین: اسناد کے ساتھ ابوبصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے ایک مفصل روایت کے ضمن میں فرمایا

بنا ینزل اللہ الرحمہ علی عبادہ وبنا یسقون الغیث وبنا یصرف عنکم العذاب فمن عرفنا ونصرنا وعرف حقنا واخذ بامرنا فھو منا والینا۔ یعنی خداوند عالم ہمارے ہی وسیلہ سے اپنی رحمت کو لوگوں پر نازل فرماتا ہے اور ہمارے ہی وسیلہ سے لوگ بارش سے سیراب ہوتے ہیں اور خدا ہمارے ہی وسیلہ سے عذاب کو تم سے دور کرتا ہے پس جس نے ہم کو پہچانا اور دوستی کی اور حق کو ہمارے لئے جانا اور ہمارے امر کے مطابق عمل کیا وہ ہم میں سے ہے اور اس کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔

مندرجہ بالا معتبر احادیث اور دلائل کے ذکر سے کسی صاحب بصارت اور انصاف پسند شخص کیلئے کسی قسم کا شبہ اور تردید باقی نہیں رہ جاتی۔ اور علم ہو جاتا ہے کہ آئمہ طاہرین و معصومین ولایت تشریعی کے مقام پر سرفراز ہونے کے ساتھ ساتھ ولایت کلیہ و مطلقہ اور ولایت تکوینیہ کے بھی مالک ہیں اور باذن اللہ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ تمام موجودات و طبقات خلقت میں تصرف کریں' بلکہ بنا برصریح روایات متواترہ کہ جس کا نمونہ اوپر گزر چکا ہے' خداوندعالم زمین و آسمان اور کون و مکان کی ان مقدس ہستیوں ہی کے وجود کی برکت و رحمت سے حفاظت اور دیکھ بھال کرتا ہے اور اپنی رحمات و برکات کی انہی مقدس ہستیوں کے توسل سے اپنی مخلوقات پر ارزانی فرمائی ہے وہی نفوس مقدسہ بارگاہ احدیث میں محبوب ترین بندگان خدا ہیں اور خداوند عالم نے کائنات کی بقاء کو ان کی بقاء سے وابستہ اور منضبط کر رکھا ہے وہ ذوات مقدسہ ایسے مطیع اور خدا کے پاکیزہ بندے ہیں کہ ایک لحظہ کیلئے بھی اپنی بندگی کے فرض سے بارگاہ رب العزت میں فرو گزار نہیں ہوتے اور یہ مقامات اعلیٰ خدا کے ساتھ شرک کا جنبہ نہیں رکھتے یا آئمہ طاہرینؑ خدا سے مستغنی و بے نیاز نہیں اور اپنی ذات میں مستقل نہیں ہیں بلکہ یہ ایک بخشش و عنایت اور موہبت ہے جو خدا کی طرف سے اپنے چنیدہ و برگزیدہ بندوں کو عطا کی گئی ہے۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اعتراض ہشتم

کہا جاتا ہے پیغمبر بھی ہماری ہی طرح کا ایک سادہ و معمولی بشر تھا۔ مگر ہم

سے زیادہ خدا کی بندگی کرتا تھا اور تقویٰ کو زیادہ عزیز رکھتا تھا ان کا کہنا ہے کہ پیغمبرؐ جب ایک بشر تھا تو صاف ظاہر ہے کہ سوائے دین کے احکام و مسائل کے ابلاغ کے وہ تمام افراد بشر پر کسی قسم کا دوسرا امتیاز نہیں رکھتا اور اسی طرح باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام بھی اسی حقیقت پر منطبق ہوتے ہیں اور وہ اپنے غلط اعتقاد کے اثبات کے لئے مندرجہ ذیل آیات کو بطور استسشہاد پیش کرتے ہیں۔

قل انما انا بشر مثلکم۔ یعنی اے ہمارے رسول کہہ دیجئے! میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں' ان معترضین کا خاصہ ہے کہ وہ اس آیت کے ظاہری مفہوم ہی سے تمسک رکھتے ہیں اور منفی راہوں پر چل نکلتے ہیں' رسول خدا اور آئمہ اطہارؑ کے لئے بے شمار نواقص شمار کرتے ہیں اور منجملہ ان میں سے انبیاء و آئمہ کا ارتکاب معاصی ہے جوکہ رسالت و عصمت کے بلند مقام کے ساتھ زبردست اختلاف رکھتا ہے حقیقت میں ان کی نظروں میں نبی و امام کی حیثیت ایک بشر معمولی کی سی ہے اور ان کے کہنے کے مطابق لوگوں پر نبی و امام کی فضیلت محض ان کے زہد و ورع اور پارسائی و بندگی پر موقوف ہے میں عرض کرتا ہوں' گذشتہ فصل میں ساتویں اعتراض کے ضمن میں اس اعتراض کا بھی جواب دیا جاچکا ہے اور وہاں ثابت ہوچکا ہے کہ یہ لوگ انبیاء و آئمہ کے مقامات رفیعہ کو بے بصارت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور بے بصیرت دلوں سے سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے عالم معنوی میں معصومینؑ کے درجات ملکوتی سے بے خبر ہیں اسی لئے ان کے یہ فاسد اشتباہات اور باطل اندیشے کفر آمیز ہیں۔

یہ لوگ اس ضمن میں نہ تو دین کے مقدس پیشواؤں کے کلمات و فرمودات اور احادیث و آیات قرآن سے واقف ہیں بلکہ فی الواقع عقل سلیم ہی سے بے بہرہ اور تہی دامن ہیں۔

مزید وضاحت کیلئے میں چاہوں گا کہ اس اعتراض کے جواب شافی کو حضرت والد ماجد استاد و پدر بزرگوار المرجع المعظم آیتہ اللہ العظمٰی میرزا حسن الحائری الاحقاقی مدظلہ العالی کی تالیف لطیف "نامہ آدمیت" سے یمناً" و تبرکاً" اس مجموعہ ولایت میں نقل کروں تاکہ ان ضعیف الاعتقادوں کے وساوس کا جواب احسن منطق و استدلال اور والد گرامی کے قوی و گوہر بار قلم سے دیا جائے مزید بر آں اس کتاب کو "نامہ آدمیت" کے ایک مقالہ درج کرنے کی سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

والد بزرگوار "نامہ آدمیت" جلد دوم میں معراج کے عنوان سے اس بحث کا یوں آغاز کرتے ہیں۔

معراج

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا" صالحا" ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا"

یعنی کہہ دیجئے! (اے میرے رسولؐ) کہ میں بھی تمہاری ہی طرح ایک بشر ہوں کہ مجھ پر وحی خدا بھیجی جاتی ہے' تمہارا خدا' خدائے واحد ہے اور جو کوئی بھی اس کی (رحمت کی) ملاقات کا امیدوار ہو چاہیے کہ وہ نیکوکار ہو اور بندگی خدا میں کسی ایک کو شریک نہ بنائے۔

اس آئیہ شریفہ میں اہم ترین کلمات جو شرح و تفصیل کے محتاج ہیں وہ دو ہیں جن کا ہم نے ترجمہ کیا ہے یعنی ایک تو یہ ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم

اور دوسرا فمن کان یر جو لقاء ربہ

ہمیں چاہیے کہ پہلے ہم حقیقت بشر اور اس کی قدرت جسمانیہ کو بیان کریں اور اسے اپنے روبرو مجسم کریں بعدازاں دیکھیں کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کس قسم کے بشر ہیں۔ بشر کی جسمانی حقیقت وطینت قرآن کی آیات مبارکہ کے مطابق یہ ہے کہ وہ خاک اور مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کا تردد، شک اور مجال گفتگو نہیں ہے جیسا کہ خالق کائنات اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے

" انی خالق بشرا" من طین فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فعقوا لہ ساجدین (سورہ ص)

یعنی میں ایک بشر مٹی سے بناتا ہوں پس جب میں اسے خلقت کامل سے آراستہ کر دیتا ہوں اور اپنی روح اس میں پھونک دیتا ہوں تو تمام (میرے حکم سے) اس کے لئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

بشر کی قوت و استعداد

یہ ترابی مخلوق صرف عالم ملک اور جہان ناسوت میں اثر انداز ہو سکتی ہے اگر وہ تمام خداداد قویٰ کو بھی کام میں لے آئے تو اس کی فعالیت عالم اجساد سے بالا کارگر نہیں ہو سکتی۔

اس ہیکل بشری اور خاک سے پیدا شدہ کا میدان عمل اور اس کی پرواز

یہ ہی ناسوتی فضا ہے اور بس! وہ صرف مادی وسائل کے ساتھ چاند، مریخ اور مشتری تک پرواز کر سکتا ہے اور وہ انہیں وسائل کے ساتھ عالم بالا سے آشنا ہو کر ان میں خود نمائی کر سکتا ہے اس جسم و جسد بلکہ عالم جبروت میں صرف عقل کے ساتھ اور جہان ملکوت میں صرف مجرد روح اور نفس قدسیہ کے ساتھ رسائی حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ جسد خاکی ان مقامات کا ساکن نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ طینت بشر ہے اور یہ اس کی قدرت و قابلیت ہے۔

لیکن رسالت ماب خیر البشرؐ کی ذات بابرکات عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق خدا کے نور سے خلق ہوئی ہے اور آنحضرتؐ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے بھی قبل موجود تھے بلکہ ان سے پہلے عہدہ رسالت پر سرفراز تھے...

شیعہ و سنی کے مابین متفق علیہ حدیث "کنت نبیا" آدم بین المباء والطین" کی دلیل کے مطابق حضورؐ کا نور پاک اور آئمہ طاہرینؑ کے انوار مقدسہ باعنوان ودیعت اصلاب طاہرہ اور ارحام مطہرہ میں پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ جامہ بشریت اوڑھ کر بشر کی رشد و ہدایت کے لئے ظاہر ہو گئے۔

"اشهد انک کنت نورا" فی الاصلاب الشامخه والارحام المطهرة لم تنجسک الجاهلیته بانجاسها ولم تلبسک من مدلهمات ثیابها"؎۱

مفاتیح الجنان ص ۵۱، کامل الزبارات ص ۲۳۰
مصباح کفعمی ص ۵۷۲ مصباح المتهجد ص ۶۶۴

یہ زیارت وارث میں خامس آلؑ عبا کو خطاب ہے کہ " میں گواہی دیتا ہوں کہ تو عظیم اصلاب اور پاکیزہ ارحام میں نور تھا جاہلیت نے اپنی نجاستوں کے ساتھ تجھے آلودہ نہیں کیا اور جاہلیت کے لباس نہیں پہنائے گئے '

اس باب میں کوئی انکار نہیں کہ محمدؐ و آلؑ محمدؐ کا وجود مبارک خداوند قدوس کے ارادہ کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں عامہ و خاصہ کی طرف سے بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں اور ان سب روایات کا منکرفی الحقیقت حقائق و مسلمات کا منکر ہے بنا بریں پیغمبر کی حقیقت نورانی حقیقت میں طینت بشر کی غیر ہے

پیغمبر کی خداداد قدرت اور استعداد و قابلیت

ان تمام کرامات و معجزات اور خوارق عادات کو جو لولاک لما خلقت الافلاک" کا مصداق ہیں اور بطریق صحیح و معتبر کتب میں ہم پڑھتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی نہیں نام لیتا مبادا کوئی قاصر یہ کہہ دنے کہ یہ موضوع ہے یا کوئی مقصر یہ لکھ دے کہ یہ غالیوں کی مجعولات سے ہے۔

اس لئے میں صرف قصہ معراج ہی کا انتخاب کرتا ہے جس کی وضاحت خود قرآن مجید کرتا ہے اور اس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ہم بھی اس عقیدہ میں باقی مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں۔

" سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا" من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ کان سمعیا" بصیرا"" (سورہ اسریٰ)

والنجم اذاھوی ' ماضل صاحبکم وما غوی ' وما ینطق عن الھوٰی ' ان ھو الاوحی یوحی ' علمه شدید القوی ذومرۃ فاستوی ' وھو بالافق الاعلی ' ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ' فاوحی الٰی عبده ما اوحی ماکذب الفواد ماراٰی افتما رونه علی مَا یری ' ولقدراٰه نزلته اخری' عند سدرۃ المنتھی ' عندھا جنته الماوی اذیغشی السدرۃ مایغشی ' مازاغ البصر وما طغی لقد رائی من آیات ربه الکبری۔ (سورہ نجم)

ترجمہ :۔ پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات اپنے بندوں کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک کی سیر کروائی کہ جس کے ماحول کو ہم نے مبارک بنا دیا تاکہ ہم اپنے آیات و اسرار اپنے بندے کو دکھلائیں ' بے شک خدا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

ترجمہ:۔ تارے کی قسم جب ٹوٹا کہ تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نہ گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے ان کو نہایت طاقتور نے تعلیم دی ہے جو بڑا زبردست ہے اور جب یہ (آسمان کے) اونچے (مشرقی) کنارے پر تھا تو وہ (اپنی اصلی صورت میں) سیدھا کھڑا ہوا اور آگے بڑھا ! دو کمان کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی قریب تھا۔ خدا نے اپنے بندے کی طرف جو وحی بھیجی سو بھیجی تو جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے جھوٹ نہ جانا تو کیا وہ (رسولؐ) جو کچھ دیکھتا ہے تم

لوگ اس سے جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو اس (جبرائیلؑ) کو ایک بار (شب معراج) اور دیکھا ہے سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک اس کے پاس تو رہنے کی بہشت ہے جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو چھا رہا تھا (اس وقت بھی) ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی انہوں نے یقیناً" اپنے پروردگار (کی قدرت) کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ہمارے عقیدہ کے مطابق حضرت رسول اکرمؐ نے اسی جسد مبارک اور اسی لباس و عمامہ و نعلین کے ساتھ جو کہ پہنے ہوئے تھے۔ معراج فرمائی ہے اور عالم امکان کو اپنے خالق امکان کی دعوت اور اس کی قدرت و ارادہ کے ساتھ طے فرمایا اور قرآن حکیم کی آیات صریحہ کے مطابق ایک شب میں مکہ مکرمہ سے مسجد الاقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں اور فلک الافلاک تک چلے گئے اور محدود الجہات سے عالم ملک بھی عبور کر گئے۔ جہاں ملکوت و جبروت کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے' اور عالم لاہوت اور قاب قوسین او ادنی "کی منزلوں میں جبرائیل و میکائیل یا اسرافیل کے واسطہ کے بغیر حضرت رب الارباب سے شرف ملاقات و باریابی پایا۔

" علمه شديد القوى' ذومرة فاستوى ' وهو بالافق الاعلى

شاید یہاں تک فرشتے اور امین وحی ہم سفر تھے۔ (بعض تفسیروں کے مطابق شدید القوی جبرائیلؑ ہے لیکن صحیح تر تفسیر یہ ہے کہ شدید القوی خداوند عظیم و برتر ہے)

اور کس حال پر ہیں؟

" ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی " یہاں ملائکہ مقربین کی حدود سے بھی تجاوز فرما گئے ہیں اور خلوت گاہ جانانہ میں قدم رکھتے ہیں۔

وہ جگہ کہ ماسوی اللہ کسی کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حاملان عرش بھی مبہوت و محدود رہ گئے ہیں اور حصار نور سے گذرنے کی تاب نہیں رکھتے

جبرائیلؑ ہی کا کہنا ہے کہ لو دنوت انملہ لا احترقت[1] "کہ اگر میں انگلی کی پور جتنا بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ چنانچہ رسالت مابؐ تن تنہا آگے بڑھے اور اپنے محبوب حقیقی سے ملے اور کلمات جانانہ کو بغیر واسطہ ملائکہ سماعت فرمایا۔

" فاوحی الی عبدہ ما اوحی..... "

اس مبارک اور پر نور مقام پر کیا دیکھا اور کیا سنا؟

صرف خدا جانتا ہے اور اس کا رسولؐ اور نفس رسولؐ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے وارث جانتے ہیں جو کہ شاہد ہیں۔

" لقد رائی من آیات ربہ الکبری "

بے شک علی ان ابی طالبؑ کی ذات گرامی سے بڑی کوئی آیت اور نشانی حریم کبریا میں جلوہ گر نہیں ہو سکتی ' دیدہ دل پیغمبرؐ مکمل طور پر حق بین اور حقیقت بین ہے۔

" ما کذب الفوءاد ما رائی "

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۱۷۹

یہ قفس تنگ اور منکر کا سیاہ سینہ ہے اور معاند کی محدود اطلاعات ہیں جو کہ شک و تردید کرتا ہے۔

"افتمارونہ بما یری"

بلکہ آپ کی آنکھ سالم اور واقعہ بیں ہے

"مازاغ البصر و ماطغیٰ 'لقدرای من آیات ربہ الکبریٰ

آخر الامر اس موجود لاہوتی نے ایک شب یا چند گھڑیوں کے درمیان اس جسد بشری کے ساتھ تمام عوالم امکان کو طے فرمایا اور جہاں ہستی کی کوئی ایسی جگہ نہ رہ گئی مگر یہ کہ اس کے فراز پر قدم رکھا ہے

کیا کوئی فلسفی کوئی ریاضی دان سرکار دو عالم کے سفر کی اس سرعت اور تیزی کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ جو سفر معراج میں سرکار دو عالمؐ نے طے فرمایا کیا وہ تصور بھی کر سکتا ہے؟ بے شک جواب نفی میں ہی ملے گا

کسی فلسفی ' حساب دان ماہر فلکیات حتی کہ کسی پیغمبر و مرسل اور ملک مقرب کو بھی یہ توانائی حاصل نہیں ہے

ایسا حساب اور اس مسئلہ کا حل ماسوی اللہ کسی کو معلوم نہیں

اللہ اعلم و رسولہ و اولیائہ۔

عزیز قارئین! تصور فرمائیں کہ اس فضا کو کہ جس کو کوئی ہزاروں لاکھوں سالوں کی مدت میں طے نہیں کر سکتا اس نور اور وجود مقدس نے بہت تھوڑی مدت میں طے کر لیا ' بلکہ ہزاروں بار اس فضا کو طے کیا ہے۔

ایسی قابلیت دیکھو! استعداد کا جائزہ لو' تیزی کو پرکھو! مشاہدہ کرو اور عظمت کو جانو اور قدرت خداوندی کا اعتراف کرو۔ اس صورت میں جائے

بشر کہاں اور مقام خیر البشر کہاں ؟ ہاں اسی مقام سے اسی منزل سے اس کی طینت پاک پیدا ہوئی تھی اور تمام مقامات کو حضور نے دیکھا پرکھا تھا اور سوائے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے کوئی اس طینت میں حصہ نہیں رکھتا..... سب نور خدا تھے اور خدا سے ہم کلام ہو گئے ۔ نہ خدا کو دیکھا نہ ذات حق سے ہے بلکہ اپنے پہلے درجے میں پہنچے اور آیہ کبریٰ کا مشاہدہ فرمایا۔ وہ جگہ کہ ملائکہ مقربین اور حاملان عرش کا کوئی عمل دخل نہیں ہے ۔ اس خلوت گاہ جانانہ میں ایسے رموز و اسرار ہیں۔ جسے محبوب جانتا ہے یا اس کا حبیب اور یا وہ '

من عنده وعلم الكتاب......

ان سب مقدمات کے بعد روشن ہو گیا کہ پیغمبر کی حقیقت پاک بشر کی طینت سے مافوق ہے بلکہ قابل قیاس بھی نہیں ہے اگر ہم چاہیں کہ ضرور قیاس کریں گے تو پھر کہنا چاہیے کہ مقام پیغمبر مقام آفتاب ہے اور فرد بشر کا عالی ترین مقام ہے پس وہ ایسے وجود لا ہوتی ہوئے کہ ارادہ خدا کے ساتھ لباس بشری پہن کر ناسوتیوں کی رشد و ہدایت کے لئے اس پیکر میں جلوہ گر ہوئے۔ جیسا کہ جبرائیل بھی کبھی کبھی لباس بشری پہن لیا کرتا تھا اور صورت "دحیہ کلبی" میں ظاہر ہو جایا کرتا تھا۔

ولو جعلناه ملكا لجعلناه وللبسنا عليه مايلبسون

پس ہر وہ جو نبی کریمؐ اور تمام آئمہ معصومین و طاہرین کے معجزات اور خوارق و عادات کے بارے میں حدیث میں آیا ہے وہ معراج کے مقابلے میں کم ہے اور مسئلہ معراج تمام معجزات سے بڑھ کر ہے۔

۱۔ تنقیح المقال جلد ا ص ۴۱۷

ان کے منکر فضائل کے لئے اس رتبہ اعلی کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ ایسا وہی شخص کر سکتا ہے جو معراج کا منکر ہو اور قرآن مجید کی (نعوذ باللہ) تکذیب کرتا ہوا اور اگر کوئی معراج روحانی کا ہی قائل ہو تو بھی اس کو چاہیے کہ ان کے رتبہ عظیم کے سامنے عاجزی و انکساری سے سر جھکا دے۔ کیونکہ مقام "اوادنیٰ" میں کسی روح کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

معراج جسمانی ضروریات اسلام سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا مدعی ہو۔

واقعہ معراج تمام عوالم امکانیہ پر سرکار ختمی المرتبتؐ کے احاطہ علم اور تمام انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین پر آپؐ کی برتری اور افضلیت کو ثابت کرتا ہے ان مبارک ہستیوں کے فضائل و مناقب کا کیا کہنا۔ نبی کریم خدا وند عالم کے ایک فرمانبردار بندے ہیں نمونہ قدرت خدا ہیں اور قدرت نمائی خالق ہیں۔ اس بناء پر امیرالمومنینؑ کا یہ فرمانا بجا ہے اور شک و تردید سے بالا ہے کہ

" نزھونا عن الربوبیه و قولوافی فضلنا ماشئتم ولن تبلغوا اھ

یعنی ہمیں خدامت کہو اور اس کے علاوہ ہمارے فضائل میں جو چاہو کہہ سکتے ہو تم ہمارے فضائل کی انتہاء تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا ہمارا ان مقدس ہستیوں کے مقامات کی نسبت سے ان کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے ہاں حضرات معصومینؑ کے حق میں ہمارا سب سے بڑا یہ ہی کہنا ہے کہ وہ عالم الغیب ہیں اور ان کا علم حضوری اور احاطی

مشارق انوار الیقین، ص ۶۹

ہے اور اس باب میں معتقدین و منکرین کے بارے میں بہت زیادہ جرو بحث ہوئی ہے مسئلہ معراج اس بارے میں ایک مسکت جواب ہے کیوں؟ اس لئے کہ صاحب معراج نے اپنی ان دل نشین آنکھوں سے عالم امکان کی تمام جگہوں کو دیکھا ہے اور علم ارادی کے لئے کوئی موضوع نہیں چھوڑا اس سفر پر برکت میں کوئی مقام رسالت مآبؐ کے لئے حالت غیب میں نہیں رہا کہ ہم کہہ سکیں آپؐ فلاں جانتے ہیں اور فلاں نہیں جانتے ہیں مخلوقات دینوی کی آنکھوں سے سب سے زیادہ غیب چیز بہشت و جہنم ہیں مگر آپؐ نے ان کو بھی دیکھا ہے اور ان کا معمولی سا حال و احوال اور ان کی تعریف اپنے اصحاب سے بیان فرمائی ہے آپ نے بعض لوگوں کے جہنمی ہونے کی خبر دی حالانکہ وہ ابھی زندہ تھے ...... حقیقت میں آپ مکان و زمان دونوں پر حاوی تھے اور انہیں طے فرما چکے تھے کون سی ایسی چیز رہی جو آپؐ کی نگاہوں سے مخفی ہو ہم ان ہستیوں کے مقامات کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں؟ ولن تبلغوا"

درحقیقت "لن تبلغوا" کا لفظ کاشف حقیقت ہے ہاں کوئی بھی ان کے مقامات و فضائل کی کہنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

کیا ہم عظمت معراج ' اس سفر کی سرعت و تیزی خلوت گاہ خداوندی کے احوال و واقعات اور مافوق و ہم خیال ہزاروں اسرار و رموز کیا ہم سب کا اندازہ اور تصور کر سکتے ہیں؟ جواب منفی ہے ہاں ہمیں یہ ہی کہنا چاہیے کہ وہ خدا نہیں ہیں اور شریک خدا بھی نہیں اور بغیر ارادہ خدا کے کوئی کام بھی نہیں کرتے ' وہ جو بھی ہیں ' خدا کے مقرب بندے ہیں مظہر صفات ربوبیہ ہیں اور خالق کائنات کے شرعی و کونی سفیر اور ترجمان ہیں اور اپنی طرف سے

کوئی رائے اور استقلال نہیں رکھتے۔

" بل عباد مکرمون لا یسبقو نه بالقول وهم بامره یعملون"

یہ ہے عقیدہ صحیح اور نمط اوسط ' عقائد غالیان و قالیان سے دور " وشیعتنا النمط الاوسط۔

چھوڑو! منکرین کو اپنے ہی عقیدہ میں حیران و پریشان اور آوارہ ' کہ حقیقت میں یہ کوتاہ نظر اشخاص عالم امکان جہان ہستی کے شہر یاروں سے رشک کرتے ہیں اور اپنے مقرب بندوں کے بارے میں خدا کی قدرت اور قدرت نمائی کا اعلان کرتے ہیں۔

چھوڑو! ان کم ذہنوں کو ' ان تنگ ظرفوں کو انہیں دوزخ کے مالک کو اپنی جان سپرد کرنے دو!

بگذار تابمانند در عین خود پرستی

یہ طور اختصار حضرات معصومینؑ کے تین مقام ہیں

اول ' مقام حقی

فرشتے اور ماسوی اللہ جو کچھ بھی ہے وہ ان ہستیوں کا اس مقام میں خدمت گذار ہے۔ ان ہستیوں کا علم و ارادہ ارادۂ خدا ہے ان کی قدرت ' قدرت پروردگار ہے۔۔ کوئی موجود ان کی سلطنت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کے دائرہ سے باہر نہیں ہے اس مرحلہ میں انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین تک ان کے مراتب معنویہ کی عظمت سے بے خبر ہیں

" لنا مع الله حالات لا یحتملها ملک مقرب ولا نبیٌ

مرسل ولا مومن من امتحن اللّٰہ قلبہ لا یمان"

یعنی ہمارے خداوند دوجہاں کے ساتھ کچھ ایسے بھی حالات ہیں کہ جن کے تحمل کی تاب نہ کسی فرشتہ مقرب کو ہے نہ کسی نبی و مرسل کو اور نہ ہی کسی مومن کو مگر اس کو کہ جس کے دل کو خدا نے آزمایا ہوا ہو

اس مقام کے بارے میں سلیمی کہتا ہے

شہنشہی کے نیست درجہانیاں مثال وی
مثال ایزدی بود بدون شک جمال وی
کمال او ' کمال حق ' کمال حق کمال وی
نمی تواں نظر گنی الا ' تو برجمال وی
زچشم پر غبار خود ' تو پاک کن غبار ہا

دوم ' مقام ملکی

اس مقام میں فرشتوں کے ساتھ لطافت و سبکساری سے آسمانوں میں پرواز کرتے ہیں اور زمین کے فاصلے طے کرتے ہیں اور اجسام سخت میں نفوذ کرتے ہیں اور بند دروازوں اور آہنی حصارون سے گذر کرتے ہیں بغیر اس کے کہ کوئی توڑ پھوڑ اور شکستگی ہو........

سوم ' مقام بشری

اس میں بشر کی مانند کھاتے پیتے ہیں۔ شادیاں کرتے ہیں اور آرام کرتے ہیں۔ زہر اور تیران کے جسم میں اثر کرتا ہے اور آئیہ مبارکہ "قل انما انا بشر مثلکم" کے مطابق گروہ بشر اور انسانی معاشرہ کے ساتھ زندگی گزارتے

ہیں۔

امیرالمومنینؑ اپنے ایک خط میں معاویہ کو لکھتے ہیں۔

ولو لا نهى الله عنه من تزكيه المراء نفسه لذكر ذاكر فضائل جمة' تعر فها قلوب المومنين ولا تمجها اذان السامعين' فدع عنك من مالت به الرسيه فانا صنائع ربنا والناس بعد صنائع لنا لم يمنعنا قديم عزنا ولا عادى طولنا على قومك ان خلطنا كم مانفسنا فنكحنا وانكحنا فعل الاكفاء ولستم هناک[1]

محترم قارئین! اس چھوٹے سے جملہ کا غور سے مطالعہ کیجئے اور دیکھیئے کہ امیر المومنینؑ جیسے شخص جو کہ مبالغہ و گزاف سے دور ہیں۔ کس طرح ہمارے عقیدہ کو روز روشن کی طرح آشکار کرتے ہیں۔ بے شک امام اس مقام بشری میں جامع مقام حقی بھی ہے اور جامع مقام ملکی بھی ہے آخر الامر خداوند عظیم نے اس معراج میں عالم خلقت اور اپنی مخلوق کے اسرار اور عالم امکاں کے غیب کو اپنے برگزیدہ و عظیم محبوب پیغمبر کو دکھلا دیا اور اس کے رتبہ عین الیقین اور حق الیقین کو ثابت فرمایا

جیسا کہ وہ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے۔

"وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يحتبى من رسله من يشاء

یعنی خدا تم سب کو اپنے سرغیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اپنے پیغمبروں

۱۔ جمھرہ رسائل العرب جلد ۱ ص ۳۹۵

میں ہے جس کے اس کے چن لے اور یہ بھی فرماتا ہے۔

"عالم الغیب ولا یظھر علی غیبہ احدا" الامن ارتضی من رسول

یعنی خدا عالم غیب ہے اور کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر منتخب کردہ رسول کو سرکار دو عالمؐ تمام مخلوقات سے پہلے موجود تھے اور خداوند عالم نے خود اس قصہ معراج میں اس کی نشان دہی کی ہے اور اپنے کے مقام نسختیں کا اظہار کیا ہے۔

تفسیر 'لقاء رب"

" تلقاء ربہ" کی تفسیر رحمت رب کی ملاقات ہے۔ حذف مضاف کے ساتھ کہ کلام عرب میں کثیر الاستعمال ہے اور قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں.....مثلاً" وجاء ربک والملک صفا" صفا"

یعنی وجاء امرا ربک

اور اگر ہم کہیں لقاء رب یعنی لقاء رسول اللہ بہت مناسب مقام ہے کیوں ؟

اس لئے کہ حضورؐ پر نور رحمت خداوند رحیم ہیں۔

رحمتہ للعالمین اور وجہ الباقی ہیں ۔

حقیقتاً" کسی شخص سے ملاقات اس کے چہرے سے ملاقات ہے نہ کہ اس کی ذات اور حقیقت سے 'لقاء رب بھی اس کے چہرے کی ملاقات ہے اور پیغمبر بھی خدائے قدوس کا وجہ باقی ہیں۔

جیسا کہ حضورؐ خود فرماتے ہیں

"من رائی فقد رائی الحق

یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا ہے

اور حدیث صحیح میں آیا ہے جس نے روز عاشورہ امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں زیارت کی تو گویا اس نے خدا کی عرش پر زیارت کی ہے۔

فقد زارا اللہ فوق عرشہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب کی زیارت میں بھی ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے اس لئے جو بھی چاہتا ہے کہ وہ فردوس بریں میں حوض کوثر کے کنارے نبی کریمؐ اور ساقی کوثر امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب سے ملاقات کرے تو

فلیعمل عملا" صالحا" ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا"

بے شک رب الارباب کی ذات بے مثال کی ملاقات مخلوق کے لئے محال و ممتنع ہے

(پایان مقالہ نامہ آدمیت)

مندرجہ بالا مقالہ علمی کے نقل کرنے سے جو کہ کتاب" نامہ آدمیت " سے لیا گیا ہے اور قرآن و حدیث سے ہے دو جملوں کی تفسیر جو مستدل طور پر بیان ہوئی ہے کسی قسم کا احتمال اور اشکال باقی نہیں رہ جاتا ..... اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرات معصومینؑ باوجود جامہ بشریت میں ملبوس ہونے کے مقامات ولائت کلیہ پر سرفراز ہیں اور تمام کائنات ماسوی اللہ ان کی ولایت کے زیر اثر ہے ..... اور اس کے باوجود وہ خدا کے فرمانبردار و مطیع بندے ہیں اور جو لوگ آئمہ طاہرینؑ کے ان مقامات کے منکر ہیں ان کا اس بارے میں کچھ مطالعہ ہی نہیں ہے اور ان کی معلومات بہت قلیل اور محدود ہیں اور ان کی غور و فکر کا میدان ابھی ابتدائی اور نچلے درجے کا ہے اسی لئے وہ ان

مقامات کے ادراک سے عاجز ہیں ۔ یہ لوگ خود بھی نہیں جانتے اور استاد کی صحبت بھی انہیں میسر نہیں آئی ۔ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی ناقص آنکھوں سے اولیاء الٰہی کے مقامات کو دیکھ سکیں اور انہوں نے اسی کا قیاس خود سے کیا ہے ..... اگر وہ ان مقامات عالیہ کا ادراک کرنا چاہتے ہیں تو چاہیے کہ وہ اپنے ارد گرد تار عنکبوت کے جال کو توڑ دیں اور اپنی نظروں کو وسعت دیں اور اگر خدا نے ان کو توفیق دی تو وہ اس وسیع کائنات کے حقائق کا پتہ چلائیں گے اور انہیں علم ہو گا کہ اپنے طور پر انہوں نے حضرات معصومینؑ کے جو مقامات سوچ رکھے تھے وہ تو سمندر سے قطرہ کی نسبت میں ہیں اور مشتی از خروار ہیں نہیں تو ان ہستیوں کے مقامات کا ادراک خود انہی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا نہ ہی ان کے پاس طاقت ہے اور نہ ہی تصور

"یا علی ماعرفک الا اللہ وانا"

یہ نبی کی حدیث ہے کہ یا علیؑ تجھ کو سوا میرے اور خدا کے کسی اور نے نہیں پہچانا ہے امیر المومنینؑ علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

ظاھری امامته و باطنی غیب منیع لا یدرک

یعنی میرا ظاہر امامت ہے اور میرا باطن ایسا غیب ہے جس کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا

دونوں روایتوں میں ان مقدس ہستیوں کی ولایت کلیہ کا اشارہ ہے حتیٰ کہ انبیاء اور فرشتے بھی اس مقام رفعیہ کے ادراک سے عاجز ہیں خدا وند عالم نے اس مقام کو اس کے ادراک کو اپنے سے مخصوص فرمایا ہوا ہے۔

مگر ہماری ڈیوٹی یہ ہے کہ ہم اپنی معلومات کے مطابق اور اپنی علمی و

ایمانی قدرت کے مطابق ان مقامات کا ایمان و یقین حاصل کریں اور وہ چیز کہ ہم جس کے ادراک سے عاجز ہیں اس کا انکار نہ کریں بلکہ اسے اپنی ناتوانی اور عجز پر محول جانیں

تابذ آنجا رسید دانش من!
کہ بدانستم ایں کہ نادانم!!

ہم تو وہ ہیں ابتدائی ترین مخلوقات الٰہی کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں حتی کہ بڑے بڑے دانشمندوں اور فلاسفروں نے اس مقام میں اظہار عجز و ناتوانی کیا ہے اگر ایسا ہے تو پھر کتنی جسارت ہو گی۔ اگر ہم ان ہستیوں کے مقامات عالیہ میں قدم رکھنے کی کوشش کریں اور ان کے مقام ملکوتی و اسرار آمیز کا احاطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں یہ تو وہ مقام ہے جہاں جبرائیلؑ بھی آگے بڑھنے کی سعی نہیں کرتا۔

ایسے میں ہم عاجز و ناتواں کی تکلیف تو خدا کو معلوم ہے یہاں امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں۔

لا تجعلونا اربابا″ وقولو ا فی فضلنا ماشئتم فانکم لا تبلغو آکنه مافینا ولانها ینه فان اللّٰه عزو جل قد اعطانا آکبرو اعظم ممایصفه واصفکم اویحظر علی قلب احدکم

یعنی ہمارے ساتھ ربوبیت و خدائی کی نسبت نہ دو(کیونکہ ہم بندگان خدا ہیں) اورہمارے فضائل میں جو چاہتے ہیں ہو کہو بتحقیق تم ہمارے فضائل کی انتہاء تک نہ پہنچ پاؤ گے۔ خدا نے ہمیں ایسے مقامات عطا کرر کھے

ہیں کہ تمہارے تعریف کرنے والوں سے بہت زیادہ ہیں۔

یہاں حدیث نورانیت کے اس جملہ کے رقم کرنے کے ساتھ اس بحث کو اختتام دیتا ہوں اور خدائے واحد سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو ولایت باصفا کے نور مقدس سے روشنی بخشے اور تردید و انکار اور بغض و عناد کی تیرگیوں سے ہمیں دور رکھے۔

بحق محمد وآله الطاهرين صلوات الله عليهم اجمعين۔

علم شہادت

اور معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین

تالیف

حجۃ الاسلام علامہ آغا السید محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی

دار التبلیغ الجعفریہ
پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵
اسلام آباد ۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ
الانفال آیۃ ۷-۸

احقاق الحق و ابطال الباطل

مذہب حقہ تشیع خیر البریہ کے خلاف لکھی گئی طاغوتی افکار پر مبنی مسموم کتاب "اصلاح الرسوم الظاہرہ" کے مغالطوں اور سفسطوں پر تحقیقی نظر حرم مقدس تشیع کی نظریاتی حدود کی پاسداری کیلئے مجاہدانہ کاوش

افاداتِ عالیہ

سرکار حجۃ الاسلام والمسلمین سید العلماء والمتکلمین فخر المحققین

العلامہ المجاہد السید محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی دام ظلہ العالی علی رؤس المؤمنین